ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

7

ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
جولائی ۲۰۰۱ء

لال قلعہ سے وائٹ ہاؤس تک

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

یرغمال کون؟

احرار کا فکری اثاثہ

لیڈران کرام کیا جانیں؟

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا عبرتناک انجام

دینی مدارس کا نصاب! کیا تبدیلی ممکن ہے

اخبار الاحرار

وعدۂ خلافت کب پورا ہوگا.....؟

انسانی معاشرہ میں انسانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ بہت بڑا عملِ صالح ہے۔ کاش ہمارے معاشرے کے لوگ اس حقیقت سے واقف ہو جائیں۔ عمل صالح، جہاد اور تبلیغ ہے، صرف انفرادی اعمال ہی عمل صالح نہیں ہیں۔ اسلام انفرادی مسئلہ نہیں ہے۔ نظام جدید نے پوری قوت اس بات میں لگا دی ہے کہ دین انفرادی معاملہ ہے۔ حالانکہ دین ہی ایک قومی معاملہ ہے۔ دیگر معاملات قومی نہیں ہیں۔ اور جب تک ہم دین پر عمل نہیں کریں گے۔ اجتماعی طور پر اس کو لے کر آگے نہیں بڑھیں گے۔ وعدہ خلافت پورا نہیں ہوگا۔ بارش کی طرح آسمان سے خلافت نہیں برسے گی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمارے لئے قانونی، شرعی ہر اعتبار سے ضابطہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تھوک پھینکنے کے طریقے سے لے کر کارِحکومت انجام دینے تک ہر طرح کی رہنمائی فرمائی ہے۔ پاکستان میں اسلام کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ جمہوریت اور اس نظام کے ساتھ ہمارے ملک کی دینی جماعتوں کی مفاہمت ہے اور اس پر پوری کائنات کیلئے رہنما اصول سرورِ کونین، امام المشرقین والمغربین ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''چچا جان میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب رکھ دیجئے۔ بائیں ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیجئے اور یہ کہئے کہ میں اللہ کے دین کی تبلیغ میں کوئی نرمی برتوں ایسا نہیں ہوسکتا۔ یا میں کلمۃ اللہ کو بلند کر کے رہوں گا۔ یا اس راستے میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ اس راہ میں جتنی مشکلات ہیں ان سے نبرد آزما ہوں گا۔ قدم قدم پر مقابلہ کروں گا۔'' یہ ہے دین کا منشور اور پروگرام'' اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی منشور نہیں ہے۔ پاکستان کی تمام پولیٹیکل پارٹیاں سیکولر اور لادین ہیں۔ کسی کا مقصد دین نہیں ہے۔ خصوصاً مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی..... دونوں بے دینی کا سیلابِ بے پناہ ہیں۔ دونوں دین دشمنی اور سیکولرازم کی حمایت میں ایک ہیں۔ ان دونوں کا سارا زور اس بات پر ہے کہ دین کو انفرادی معاملہ قرار دے کر اجتماعی زندگی اور قومی معاملات سے اسلام اور اسلامی اقدار کو الگ کر دیا جائے۔ ہمارے حکمران اور سیاستدان پچاس برس سے اسلام اور عوام کے حقوق کا استحصال کر رہے ہیں۔ جبکہ ہماری مذہبی جماعتیں سیکولر طبقات سے مفاہمت اختیار کر کے اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی ہیں۔

احرار، جمہوریت اور سیکولرازم جیسے کافرانہ اور ملحدانہ نظریات کے خلاف پوری قوت سے رکاوٹ پیدا کریں گے۔ احرار صرف دین کے نوکر ہیں۔ ہم نتائج سے بے پرواہ ہو کر محض اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے انجام دے رہے ہیں۔ اور یہ ہمارے لئے اعزاز کی بات ہے۔ انشاء اللہ احرار آخر دم تک یہ فریضہ دینی خدمت سمجھتے ہوئے سرانجام دیتے رہیں گے۔

محسنِ احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

جماعت کا منصب امارت سنبھالنے کے بعد دفتر احرار لاہور میں

استقبالیہ تقریب سے خطاب مارچ ۱۹۹۸ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

Regd: M. No. 32

جلد ۱۲ | شمارہ ۷ | قیمت ۱۵۔ روپے

جولائی 2001ء

ربیع الثانی 1422ھ

بیاد سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک 150۔ روپے

بیرونِ ملک 1000 روپے پاکستانی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
افکار:	ریغمال کون؟	سید یونس الحسنی	۵
// //	خالہ چاندنی کا کنبہ	// // // //	۸
// //	لال قلعہ سے وائٹ ہاؤس تک	محمد عمر فاروق	۱۰
// //	لیڈرانِ کرام کیا جانیں......؟ (بسلسلہ مولانا ابوالکلام آزادؒ)	نور محمد قریشی ایڈووکیٹ	۱۲
// //	احرار کا فکری اثاثہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	۱۵
// //	دینی مدارس کا نصاب..... کیا تبدیلی ممکن ہے؟	محمد عابد مسعود ڈوگر	۲۴
// //	منافقت.... دشمنانِ اسلام کا مہلک ہتھیار	آغا غیاث الرحمٰن انجم	۲۷
تذکارِ صحابہ:	سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	مولانا محمد سلیمان گیلانی	۳۱
ردّ قادیانیت:	میں انصاف مانگتا ہوں!	محمد طاہر عبدالرزاق	۳۸
// //	نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا عبرتناک انجام		۴۰
بر مبنیل تمثیل:	پارک	حامد سراج	۴۲
// //	سحر ہونے کو ہے	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	۴۵
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۴۷
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ادارہ	۴۸
اخبار الاحرار:	احرار رہنماؤں کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیاں	ادارہ	۵۰
شاعری:	نظمیں بیادِ شیخ حسام الدین رحمہ اللہ / پروفیسر خالد شبیر احمد / سید محمد یونس بخاری		۵۷
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	۵۹

دل کی بات

مشرف بہ صدارت......... دورۂ بھارت

۲۰، جون ۲۰۰۱ء کو پاکستان کے چیف ایگزیکٹو اور آرمی چیف جنرل مشرف نے جناب محمد رفیق تارڑ کو منصب صدارت سے برطرف کر کے صدر مملکت کا عہدہ بھی خود سنبھال لیا ہے۔ سابق صدر جناب محمد رفیق تارڑ کا کہنا ہے کہ "انہیں پی سی او کے تحت فارغ کیا گیا ہے اور انہوں نے استعفیٰ نہیں دیا" جنابِ جنرل کے مشرف بہ صدارت ہونے کے جواز میں بعض حلقوں نے یہ راگ بھی الاپا ہے کہ چونکہ جنرل مشرف جولائی کے وسط میں بھارت کا دورہ کرتے ہیں اور وہ بحیثیت صدر مملکت کے اس دورہ سے مطلوبہ مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا قسم لاجواب کی

نئے صدر مملکت چیف ایگزیکٹو تھے تو حالات تب بھی وہی تھے جواب ہیں۔ زمامِ اقتدار انہی کے ہاتھ میں تھی، وہی کارمختار اور وہی مدار المہام تھے۔ صرف اتنا فرق پڑا ہے کہ چہرہ اور منظر بدل گیا ہے جبکہ سابق صدر مملکت کی رہائی اس پر مستزاد ہے۔ وہ غیر آئینی طریقے سے اقتدار پر قابض ہوئے اور اپنے قبضہ کیلئے آئینی وقانونی جواز بھی مہیا کر لیا۔ بالکل اسی طرح جیسے ان سے پہلے قابض حکمرانوں نے فراہم کیا تھا۔

صدر مملکت نے دورۂ بھارت سے قبل سیاست دانوں اور علماء ومشائخ کو انفرادی دعوت نامہ بھیج کر مشرف بہ ملاقات کرنے کیلئے اپنے ہاں شرف باریابی کا اعزاز بخشا ہے۔ اے آر ڈی کے چیرمین محترم نواب زادہ نصراللہ خان پہلے تو ملاقات کر کے سبقت لے گئے مگر بعد میں انہوں نے "جمہوریت کی بقاء" کی خاطر انفرادی دعوت ناموں کو جواز بنا کر دعوتِ ملاقات مسترد کر دی جبکہ اے این پی کے رہنما اور اے آر ڈی کے رکن اسفند یار ولی نے نواب زادہ صاحب سے اختلاف کرتے ہوئے اے آر ڈی کے بائیکاٹ کے فیصلے کے علی الرغم صدر مملکت سے شرف نیاز وحضوری کی سعادت حاصل کی۔ سیاست دانوں نے تجاویز دیں، دینی جماعتوں کے رہنماؤں، علماء کرام نے اپنا موقف پیش کیا اور مشائخ عظام نے حسبِ دستور سابق دست ہائے دعاء بلند کر کے "اللہ بھلا کریسی" کے کلمات ادا کیے۔ جس طرح عہد انگریز میں جنرل ڈائر کو خطبۂ استقبالیہ میں بلندیٔ اقبال اور درازیٔ عمر......... کی دعائیں دی تھیں۔ قوم کے خون پسینے سے کشید کیا ہوا ظالمانہ ٹیکسوں اور مہنگائی کی چکی میں پسا ہوا کھانا تناول فرمایا، اخبارات میں تصاویر اور بیانات شائع کرا کے..... "لوٹ کے بدھو گھر کو آئے"....... یوں صدر مملکت نے اپنے دورۂ بھارت کیلئے قومی تائید وحمایت بھی حاصل کر لی.......

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

صدر مملکت کا فرمان ہے کہ ''میں کھلے دل اور کھلے ذہن کے ساتھ بھارت جا رہا ہوں، مسئلہ کشمیر میری اولین ترجیح ہے، قوم کے ساتھ اس سے زیادہ سنگین مذاق کیا ہوگا کہ واجپائی سے ملاقات کا کوئی ایجنڈہ ابھی تک متعین نہیں ہوا، جنرل صاحب صدر نہ بنتے تو وردی میں جاتے، اب عوامی لباس میں بھارت جائیں گے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ ملاقات اور مذاکرات فیصلہ کن نہیں ہوں گے اور نہ ہی کوئی معاہدہ ہوگا، بس ایک مشترکہ اعلامیہ جاری ہوگا۔ یعنی......

بتاؤں آپ کو مرنے کے بعد کیا ہو گا
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہو گا

پوری قوم کی جچی تلی رائے ہے کہ مسئلہ کشمیر کو اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں حل کیا جانا چاہیے لیکن یہاں تو تھرڈ آپشن کی باتیں بھی ہورہی ہیں اور قادیانی گروہِ خبیث اپنی سازشوں میں مصروف ہے۔ وہ اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ ۱۹۳۱ء میں علامہ اقبال مرحوم نے انہیں مرتد قرار دے کر کشمیر کمیٹی سے جو استعفیٰ دیا تھا، اس چوٹ کو وہ ابھی تک نہیں بھولے۔ قادیانی گروہ پاکستان کے ایوانِ اقتدار میں خاصا متحرک اور مؤثر ہو گیا

ہے اور وہ تقسیم کشمیر کی امریکی سازش میں کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔ بعینہٖ جس طرح 1971ء میں تقسیم پاکستان کی سازش میں مکروہ اور غدارانہ کردار ادا کیا۔

ہمیں صدرِ مملکت کے مجوزہ دورۂ بھارت کے حوالے سے خوش کن نتائج کی قطعاً کوئی امید نہیں، ہم موجودہ حکومت کو غیر اسلامی اور غیر آئینی تصور کرتے ہیں۔ حالات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ہم قادیانیوں کی ہر محاذ پر بھرپور مزاحمت اور پوری قوت سے مقابلہ کریں گے۔ صدر مملکت قائداعظم کے پاکستان کی تکمیل کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ کیا ملک میں فحاشی، عریانی، اور مہنگائی کی سرکاری سرپرستی قائداعظم کے پاکستان کی عملی تعبیر ہے؟ افسوس، صد افسوس۔ ملک میں سودی نظام کا تحفظ اور نفاذِ اسلام سے مسلسل فرار بلکہ بغاوت قائداعظم کے پاکستان کی حقیقی تصویر ہے۔

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

علمی، تاریخی سوانحی اور دینی کتب

- تحریک مسجد شہید گنج　جانباز مرزا مرحوم　100/=
- خطباتِ فاروقی شہیدؒ (جلد۲)　علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے خطبات　400/=
- آتشِ ایران　ایرانی سازشوں کی کہانی، اخباروں کی زبانی　80/=

رابطہ: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961 -061

سید یونس الحسنی

یرغمال کون؟

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے گذشتہ دنوں ایک مؤقر برطانوی اخبار روز نامہ ''گارڈین'' کے ساتھ انٹرویو میں بہت سی باتیں کیں۔ وطن عزیز کی سیاسی قیادت پر ایک خاص انداز سے تبصرہ کیا۔ دینی قیادت، عوام اور ان کی دین سے دلچسپی پر بحث کی، نتیجہ یہ نکالا کہ

''پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ لیکن وہ جدید اسلامی ریاست کے حامی ہیں اور یہاں کے ننانوے فیصد عوام بھی یہی چاہتے ہیں۔ یہاں ایک فیصد بھی انتہا پسند/ اسلام پسند نہیں ہیں۔ لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ ایک فیصد انتہا پسندوں نے ننانوے فیصد کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں اقتصادی بہتری، گڈ گورنس کی بنیاد مستحکم ہوتے ہی تمام منفی طاقتیں یہ دینی ہوں یا سیاسی قابو میں آ جائیں گی۔ لیکن وہ اس بات کے حامی ہیں کہ ہر ایک کو اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی اجازت دی جائے''۔ (روزنامہ جنگ 17 مئی 2001ء)

جنرل مشرف کے اس بھاشن سے شہہ پا کر اگلے روز وزیر داخلہ نے تائیدی سبقت میں ''رانی توپ'' کی گھن گرج والا لہجہ اختیار کیا۔ دینی تنظیموں سے متعلق انکا بیان بھی خاصے کی چیز ہے۔ ''ٹوٹے'' ملاحظہ کیجئے۔

''مذہبی جماعتوں کو عوام کی کوئی تائید حاصل نہیں ہے۔ یہ حکومت کے خلاف تحریک کیوں چلائیں گی۔ ان کو کس نے اختیار دیا ہے کہ وہ حکومت کو مہلت دیں بلکہ ان کو مہلت تو حکومت نے دے رکھی ہے کہ باز آ جائیں۔ اسلام کے نام پر ملک کو بدنام نہ کریں۔ مساجد میں وہی کام کریں جو ان کو کرنا ہے۔ لوگوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگیں۔ ہم اپنی گردنیں ان کے حوالے نہیں کر سکتے۔'' (روزنامہ خبریں 22 مئی 2001ء)

جب سے ملک میں فرقہ وارانہ علاقائی یا لسانی تعصبات نے زور پکڑا ہے، تشدد اور دہشت گردی کی انتہا ہو گئی ہے۔ ہر باشعور اور محب وطن فرد، تنظیم یا ادارہ اس غارت گری سے بیزاری کا مسلسل اظہار کر رہا ہے۔ ہر حکومت یہ کدورت انگیز کیفیت ختم کرنے کا دعویٰ کرتی ہے لیکن کوئی ایک وراثتی مسائل اس کے گلے کی پھانس بن جاتے ہیں اور وہ اس سمت میں کوئی قدم اٹھانے سے یکسر قاصر رہتی ہے۔ محولہ بالا بیانات بظاہر اسی سلسلہ کی کڑی ہیں مگر ان میں کچھ ایسے نکات پنہاں ہیں جو ہر مسلمان کے لئے لمحۂ فکریہ فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ ☆ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے لیکن وہ (جنرل مشرف) جدید اسلامی ریاست کے حامی ہیں۔

۲۔ ☆ یہاں ننانوے فیصد عوام یہی چاہتے ہیں۔

۳۔ ☆ یہاں انتہا پسند/ اسلام پسند ایک فیصد بھی نہیں ہیں مگر انہوں نے بدقسمتی سے ننانوے فیصد عوام کو یرغمال بنا رکھا ہے۔

۴۔ ☆ [اقتص]ادی بہتری اور گڈ گورنس کی بنیاد مستحکم ہوتے ہی تمام منفی (دینی) طاقتیں قابو میں آ جائیں گی۔

۵۔ ☆ ہر ایک کو اپنے نکتہ نظر کی وضاحت کی اجازت ہونا چاہیے۔

۶۔ ☆ مذہبی تنظیمیں حکومت کے خلاف تحریک کیونکر چلا سکتی ہیں۔؟

۷۔☆ان کے پاس حکومت کو مہلت دینے کا اختیار نہیں بلکہ حکومت نے انہیں مہلت دی ہے کہ باز آ جائیں۔

۸۔☆وہ مساجد میں اپنے کرنے کا کام کریں وہیں تک محدود ہیں۔

۹۔☆لوگوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگیں۔

۱۰۔☆ہم اپنی گردنیں ان کے حوالے نہیں کر سکتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا نکات پرغور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جنرل صاحب پاکستان کو اسلامی ریاست کہتے ہیں لیکن خود جدید اسلامی ریاست پر یقین رکھتے ہیں۔ کتنی عجیب اور ماورائے عقل بات ہے کہ دین اسلام کو قدامت اور جدت میں منقسم کیا جا رہا ہے راقم کی دیانتدارانہ رائے میں وطن عزیز اسلامی نہیں مسلم ریاست ہے۔ اگر اسلامی قوانین وضوابط کا پوری توانائی سے نفاذ کر دیا جائے تو یہ اسلامی مملکت کے قالب میں ڈھل سکتی ہے۔ اس میں جدید اور قدیم کا تصور ہی بے معنی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی من موہنی جدید اسلامی ریاست کیا ہے؟ اس کی ہیئت کذائی کیا ہوگی؟ اس کے اجزائے ترکیبی کس نوعیت کے ہیں؟ لفظوں کی شطرنج بچھانے کی بجائے کھل کر کہیے آپ کیا چاہتے ہیں؟ جدید اسلامی ریاست سے آپ کی مراد ایک لبرل اور نام نہاد رواداری سے بھرپور ریاست ہے تو بندہ کے خیال میں اس کے نین نقش کچھ اسطرح ہوں گے جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے بقول آپکے دینی لوگوں کو کھلے ذہن کا ہونا چاہیے اگر ایسا ہو جائے تو اس کھلے ذہن کا تقاضا ہوگا کہ وہ ہر دجل وتلبیس سے سمجھوتہ کریں، کذب کے ہمرکاب ہوں، بے حیائی و بے حجابی سے صرف نظر کریں۔ ظلمت سے عقد باندھیں، نور کا پرچار چھوڑ دیں، طاغوت کو برداشت کریں، کفر پر تحمل برتیں، ارتداد و الحاد پر سکوت بہ لب رہیں، بقول جوش ''اعضا کی شاعری'' کنکھیوں سے دیکھیں اور مسکرا کر گذر جائیں، نور جہاں کے گیت سنیں اور بے ساختہ داد دیں، صحابہ پر تبرا ہوتا دیکھیں اور زندہ باد کا نعرہ بلند کریں، کشمیر کی عفت مآب ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی ردائے حرمت تارتار ہونے کی خبر سنیں اور تحسین و آفرین کے ڈونگرے برسائیں۔ نفاذِ اسلام ے مطالبہ سے دست کش ہو جائیں، تحفظ ختم نبوت کی بات ترک کر دیں، توہینِ رسالت ایکٹ قائم رکھنے کی ضد چھوڑ دیں، افغانوں کو بے یار و مددگار مرنے دیں، بسنت دھوم دھڑکے سے منائیں، نیکریں بلکہ جانگیے پہن کر پھریں، امریکہ کی مخالفت بند کر دیں، حضرت مولانا کی بجائے ہز ایکسیلنسی کہلائیں اور ہز ماسٹرز وائس بن کر رہیں تو ٹھیک ہے............ آپ نے کہا کہ ننانوے فیصد عوام بھی ایسی ہی جدت طراز ریاست چاہتے ہیں بالکل غلط سوچ ہے۔ یہ روشن خیالی نہیں بے غیرتی کی انتہا پر پہنچے ہوئے کسی خطہ زمین کا نقشہ ہے جسے کوئی ذی شعور قبول نہیں کر سکتا گھر سے ذرا باہر نکلئے اور نعرہ لگایئے پاکستان کا مطلب کیا؟ گنتی کیجئے گا کتنے فیصد لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر جواب دیتے ہیں پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر کہئے گا کس نے کس کو یرغمال بنا رکھا ہے آپ کے پیش کردہ اعداد وشمار نادرست ثابت ہونگے۔

وثائق یہودیت (PROTOCOLLS) میں صاف طور پر لکھا ہے کہ

''ہمیں چاہیئے جہاں کہیں لبرل لوگ ہوں انہیں مسلمانوں پر مقتدر کریں پھر انکے ذریعے اقتصادی اور انتظامی بہتری کی کیفیات پیدا کریں تاکہ ان بہترین اور جاذب نظر پالیسیوں کے مستحکم ہوتے ہی مسلم دینی تنظیموں پر اپنی گرفت سخت کر دی جائے کہ وہ عضوِ معطل ہو کر رہ جائیں۔ یہی ہمارے نکتہ عروج کا آغاز ہوگا۔ (بہت سے وثائق کا اجمال)

جنرل صاحب آپ اپنے بیان پر غور کیجئے کس کی بولی بول رہے ہیں کہ گڈ گورنس اور اقتصادی بنیاد مستحکم ہوتے ہی تمام منفی (دینی) طاقتیں قابو میں آ جائینگی'' صاف ظاہر ہے کہ پاکستان کی دینی جماعتیں آپ کو منفی اور بے سروپا بے لباس تہذیب کے افکار و

نظریات مثبت لگتے ہیں کمال اتاترک کو آئیڈیل بنانے کا یہ لازمی نتیجہ ہے جس پر سوائے افسوس کے کچھ نہیں کیا جاسکتا یہی بدقسمتی ہے۔

جناب والا! آپ کے وزیر داخلہ بھی کسی سے کم نہیں وہ شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کا رول کسی منجھے ہوئے اداکار کی طرح نبھا رہے ہیں۔ انہوں نے آج تک قوم سے جتنے بھی وعدے کئے خود انہی کی جفاؤں سے نیم بسمل ہو کر رہ گئے امریکہ کے معاملہ میں وہ ہمیشہ منقار زیر پر رہے البتہ دینی جماعتوں کیلئے انکی زبان کترتی ہو جاتی ہے۔ آپ سے ہم آواز ہو کر انہوں نے کہا دینی جماعتیں کیونکر تحریکیں چلاسکتی ہیں۔ مہلت انہوں نے نہیں ہم نے انہیں دی ہے کہ باز آجائیں اپنا کام مساجد تک رکھیں، لوگوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگیں'' کمال کی بات ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو اتنا بے خبر وزیر داخلہ آج تک نہیں ملا تاریخ شاہد ہے کہ علمانے جب بھی کسی تحریک کی نیو اٹھائی معاشرے پر اس کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوئے جن کا دائرہ عامتہ الناس کے کچے گھروندوں سے لیکر کنکریٹ کے تعمیر شدہ ایوانِ اقتدار تک پھیلا ہوا ہے مختلف تذکار میں بہت سے واقعات ملتے ہیں آج بھی اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آئی تو دینی تنظیمیں خندہ پیشانی سے تمام مشقتیں اٹھا کر پوری استقامت سے دین کا دفاع کرنے کو تیار ملیں گی 1948ء کی تحریک اسلامی دستور، 1953ء کی تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت، 1974ء میں اس کا دور ثانی جس کے نتیجے میں قادیانی کافر تسلیم کیے گئے، گذشتہ دنوں مختلف جگہوں پر ہونیوالے کئی کئی لاکھ کے اجتماعات یہ سب اس امر کی نشانیاں ہیں کہ علمائے امت ننانوے فیصد عوام کے غیر متنازعہ نمائندے ہیں۔ ووٹوں کے ذریعے ان کے قد کاٹھ کی پیمائش کرنا ایک غلط مفروضے کے سوا کچھ نہیں یہ بالکل درست ہے کہ علماء نے بوجوہ حکومت کو مہلت دے رکھی ہے۔ معین حیدر دھوکے میں نہ رہیں۔ آج کی حکومتیں ایجنسیوں کے ذریعے غارت گری کا ارتکاب کرتی اور مختلف طبقات کو باہم لڑاتی ہیں کہ خود اپنا وجود برقرار رکھ سکیں۔ صیہونیت کی در پردہ تعلیم یہی کچھ سکھاتی ہے کہ دینی قیادت باری باری مرواؤ اور ملبہ بھی انہی کی جماعتوں پر ڈال دو۔ دینی طلبہ تو کسی بے گناہ کے خون سے ہاتھ رنگنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ دفاع اسلام کا تقاضا ہے کہ خانقاہوں، مساجد اور مدارس سے نکل کر رسم شبیری ادا کی جائے۔ دینی تنظیموں کی تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے انکی کامیابی یا ناکامی کا تناسب معلوم ہو جائیگا یہ کام مساجد تک محدود ہو کر نہیں ہوسکتا باہر نکلنا ہی پڑتا ہے، آپ کی منطق غلط ہے۔

پاکستان کی ترپن سالہ تاریخ میں یہی کچھ ملتا ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے اللہ اور اس کے رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تختہ مشق بنائے رکھا، منافقت کو چھپانے کیلئے علماء کو عدم اتحاد کے طعنے دیے، اس کے نفاذ کو روکنے یا موخر کرنے کیلئے فرقہ واریت کے عذر تراشے، حیلہ گری کے ایسے ایسے لطائف ہیں کہ پناہ با خدا۔ ..... فرار کے یہ ہمہ جہت منصوبے اور حیلے تراش کر الزام دیا جاتا ہے ''ہم کون سے فرقے کا اسلام نافذ کریں'' اپنے اندر کی غلاظت کو بچانے کے لئے دینِ فطرت کو فرقوں میں منقسم کر کے محدود کر دیا جاتا ہے۔ لوگوں کو مکمل بدظنی میں مبتلا کرنے کی ناپاک کوشش کر کے بیان داغا جاتا ہے کہ ایک فیصد اسلام پسندوں نے ننانوے فیصد کو یرغمال بنا رکھا ہے....... غیر جانبداری سے فیصلہ کیجئے یرغمال کون ہے؟ ایک فیصد بے دین، فاش نام نہاد سویلائزڈ گھامڑوں نے ننانوے فیصد اسلام پسندوں کو دام ہمرنگ زمین میں پھنسا رکھا ہے۔ اب عشاق اسلام اس جال کو بزور توڑ رہے ہیں۔ اس راہ میں جو آئے گا اس کی گردن بہر حال ناپی جائیگی کوئی چاہے یا نہ چاہے اور یہی صدائے زمانہ ہے بقول کسے ؎

''بہت قریب ہے اب خیمۂ نگار سحر''

سید یونس الحسنی

خالہ چاندنی کا کنبہ

وطنِ عزیز میں ان دنوں نیا بلدیاتی نظام تکمیل کے مراحل میں ہے۔ کارپردازان حکومت پر نئی قیادت آگے لانے کا جنون طاری ہے۔ اس معاملے میں کامیابی سرِ دست نظر نہیں آتی۔ پرانے شکاری اپنے نئے نئے پالتو میدان میں لاکر کامیاب کرا رہے ہیں۔ بعض سیانے کہتے ہیں موجودہ حکمت عملی کے تحت نئی قیادت مل ہی نہیں سکتی۔ اگر حکومت اس سمت مثبت پیش قدمی کرنا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ تمام سیاسی خانوادوں، انکے اعزء اور کارکنوں کو انتخابات میں حصہ لینے سے روک دے۔ جو لوگ کامیاب ہو چکے انکی خفیہ انکوائری کرائی جائے اور سیاسی پارٹیوں کی رکنیت رکھنے والوں کو بیک جنبش قلم نااہل قرار دیدیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو نئی قیادت کا خواب چکنا چور ہو جائیگا۔ بس ارباب اختیار کو یہ کام کر گزرنا چاہیے۔

دوسری طرف عجیب وغریب واقعات سامنے آرہے ہیں۔ انتخابی امیدواروں نے ریٹرننگ آفیسروں کے سوالات کے انتہائی مضحکہ خیز جوابات دیے جن سے مسلمانوں کے سر شرم سے جھک گئے۔ البتہ لبرل لوگوں نے خوب بغلیں بجائیں کہ یہ ملک بتدریج سیکولر ہو رہا ہے۔ نمونہ مشتے از خروارے حاضر ہے۔

سوال: کلمہ طیبہ سناؤ؟

جواب: نہیں آتا

سوال: نماز جنازہ میں کتنے سجدے ہوتے ہیں؟

جواب: دو سجدے

سوال: مسلمانوں کے بڑے خلیفہ کون تھے؟

جواب: خلیفہ امام بخش پہلوان؟

سوال: خانہ کعبہ کہاں واقع ہے؟

جواب: مدینہ میں ہے اور مدینہ پاکستان کا شہر ہے۔

سوال: دوسرا کلمہ سناؤ؟

جواب: نہیں آتا اس کے بدلے نعت سن لیں

سوال: سورۃ فاتحہ سناؤ

جواب: امیدوار نے نفی میں سر ہلا دیا۔

سوال: قیام پاکستان کے لئے سب سے زیادہ خدمات کس نے انجام دیں؟

جواب: کانگریس نے سب سے زیادہ کام کیا۔

کئی جگہوں پر امیدواروں سے نمازوں کی رکعتیں پوچھی گئیں اور وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ ایسی گفتگو سے ظاہر ہوتا

ہے کس طرح کی نئی قیادت اوپر آنے والی ہے۔ایسے لوگوں سے کیا توقعات رکھی جاسکتی ہیں۔خدا معلوم وہ کیا گل کھلائیں گے۔غالباً گزشتہ سال ایک رپورٹ اخبارات کی زینت بنی جو اس مسلم مملکت کے اعلیٰ تعلیم یافتگان کے انٹرویوز پر مشتمل تھی۔اسے سی مجسٹریٹ سول جج، انکم ٹیکس آفیسر، سلیکشن آفیسرز، اور نہ جانے کون کون سے عہدوں کے لئے تحریری امتحانات میں کامیابی کے مراحل طے کر کے سول سروسز اکیڈمی میں تربیت کے لئے چنیدہ افراد، مستقبل کے ''لائق ترین'' لوگ جنہیں ہم اور آپ بیوروکریٹس کہتے ہیں۔یا پی سی ایس اور سی ایس ایس آفیسرز کا نام دیتے ہیں۔انہوں نے اپنے اپنے نطق وزباں سے ایسے ایسے پھول کلیاں کھلائے کہ پناہ بہ خدا

''خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے''

چیئرمین پبلک سروس کمیشن نے بڑے کرب کے ساتھ وہ رپورٹ شائع کرا ڈالی کہ شاید کوئی عبرت پکڑے۔شاید والدین میں اپنے بچوں کو صرف دنیاوی ہی نہیں دینی تعلیم دلوانے کا احساس بھی پیدا ہو جائے شاید لوگ اپنی مادی ترقی کے ساتھ روحانی بالیدگی کی طرف بھی متوجہ ہوں بلدیاتی امیدوار تو غیر تعلیم یافتہ ہوں گے مگر ان پڑھے لکھے ''جوانانِ مسخ رد'' کی باتیں سنیے اور سر دھنیے۔

سوال: حضرت محمد ﷺ کس شہر میں پیدا ہوئے؟

جواب: سیالکوٹ میں

سوال: حضرت امام حسینؓ کہاں شہید ہوئے؟

جواب: بیدیاں میں

سوال: مسلمانوں کے پہلے خلیفہ کون تھے؟

جواب: قائداعظم محمد علی جناح

سوال: علامہ اقبال کہاں دفن ہیں؟

جواب سیہون شریف میں

سوال: کفر اور اسلام کی پہلی جنگ کہاں لڑی گئی؟

جواب: چونڈہ میں

غور کیجئے ہم اپنے تئیں مسلمان کہلاتے ہیں۔ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہمارے نونہال چمن ولیم شیکسپیئر، ورڈز ورتھ جان کیٹس، براؤن، شیلے، بائرن کو تو جانتے ہیں۔وہ انڈین فلم انڈسٹری کے ہر فنکر وموئنث سے واقف ہیں۔مغربی آرٹسٹوں کے شجرہ ہائے نسب کا علم رکھتے ہیں۔لیکن وجہ وجود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات واقعات سے وہ بے خبر ہیں۔سیرت خلفائے اسلام سے لاعلم ہیں۔اسلامی تاریخ سے نابلد ہیں۔تحریک آزادی وطن سے بے بہرہ ہیں ستم بالائے ستم خالہ چاندنی کا یہ کنبہ ہمارے مستقبل کا ''امین'' اور ''محافظ'' ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہنس کی چال چلنے والے کوے خود اپنی چال بھول جایا کرتے ہیں۔ہماری اشرافیہ کا یہی حال ہے۔ ہمارے گھروں کا ماحول کسی بت کدے سے کم نہیں رہ گیا۔ان صنم خانوں میں پیدا ہونے والے بچے جو اسی ماحول میں پروان چڑھیں جن کا ذہنی نشوونما بھی اسی اکھاڑ پچھاڑ میں ہو۔ان کی زبانوں سے اللہ اکبر کی صدائیں کیسے بلند ہو سکتی ہیں؟ اب کسی معجزے کا انتظار ہے۔

محمد عمر فاروق

لال قلعہ سے وائٹ ہاؤس تک

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے ۱۲/ ربیع الاوّل کو سیرت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ’’علماء اور جہادی تنظیمیں دہلی کے لال قلعہ پر پاکستانی پرچم لہرانے کے بیان نہ دیا کریں۔ اس سے پاکستان کی عالمی سطح پر بدنامی ہوتی ہے‘‘۔ جنرل مشرف کے اس خطاب کا بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی نے پرجوش انداز میں خیر مقدم کیا ہے۔ کیونکہ ہندوستان آج کل جس مشکل ترین صورت حال سے گزر رہا ہے۔ اس کے لئے ایسے بیانات حوصلہ افزاء ہیں۔ کشمیری مجاہدین نے ہندوستان کی سات لاکھ فوج کو تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے۔ جس سے کشمیر میں فوج کا مورال گر چکا ہے۔ اور ہندوستانی فوج کشمیر میں دفاعی جنگ لڑنے پر مجبور ہو چکی ہے۔ اب تو بھارتی تجزیہ نگار بھی یہ لکھنے لگے ہیں کہ اب انڈین آرمی زیادہ دیر تک کشمیری آزادی پسندوں کا سامنا نہیں کر سکے گی۔ دوسری طرف چین کے وزیراعظم کا دورۂ پاکستان اور پھر گوادر کی بندرگاہ پر پاک چین معاہدہ ایسے دو اہم واقعات ہیں۔ جنہوں نے جنوبی ایشیاء میں ڈرامائی تبدیلیاں پیدا کر کے دنیا بھر کو چونکا کر رکھ دیا ہے اور عالمی سطح پر پاک چین دوستی کے اس نئے بندھن کو کئی تناظر میں دیکھا جا رہا ہے۔ پاک چین تعلقات کی اس نئی کروٹ نے امریکی سامراج کی چالوں کو مات کر دیا ہے۔ کیونکہ گوادر کی بندرگاہ کے چین کی نگرانی میں چلے جانے سے امریکی سٹریٹیجی تلپٹ ہو کر رہ گئی ہے۔ امریکہ ایک عرصہ سے گوادر میں اپنے پاؤں جمانے کے لئے بے چین تھا اور وہ گوادر کی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر چین سمیت مشرقِ وسطیٰ کو اسی مقام سے مانیٹر کرنے کا پروگرام رکھتا تھا۔ لیکن اب یکدم پانسا پلٹ جانے سے امریکہ کی تمام تر توجہ کشمیر پر مرکوز ہو گئی ہے۔ حالیہ پاک بھارت مذاکرات کا شور اسی پیشِ رفت کا پہلا پتھر ہے۔

امریکہ کا مفاد اسی میں ہے کہ کشمیر ایک خود مختار ریاست بن جائے۔ تاکہ امریکہ کشمیر میں اثر انداز ہو کر چین کا راستہ روک سکے۔ اسی لئے امریکہ کشمیر کے محاذ پر تیزی سے سرگرم عمل ہو گیا ہے اور وہ جلد از جلد مسئلہ کشمیر کو اپنی خواہشات اور ترجیحات کے مطابق حل کرانے کے لئے بے چین ہے۔ علاوہ ازیں امریکہ کشمیری مجاہدین کی جہادی سرگرمیوں کا خاتمہ چاہتا ہے۔ تاکہ اسلامی بنیاد پرست مجاہدین کی جہادی کارروائیاں پاک و ہند کی سرحدوں سے باہر نہ پھیل سکیں۔ کیونکہ امریکہ کو ابھی تک جہاد افغانستان کے اثرات کو دنیا کے اکناف و اطراف میں پھیلنے سے روکنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور جہادی سرگرمیاں افغانستان سے نکل کر کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، فلسطین، الجزائر اور ترکی تک پاؤں جما چکی ہیں۔ عالم کفر مسلمان مجاہدین کی کفر شکن کارروائیوں کے ہاتھوں بے بس نظر آتا ہے اور اب یہودی، عیسائی اور ہندو ایک جان ہو کر ایک ایسی کفریہ مثلث میں مدغم ہو چکے ہیں کہ جس کا واحد مقصد دنیا سے اسلام کو مٹانا ہے، بھارت، امریکہ اور اسرائیل کے گٹھ جوڑ نے یہ حقیقت آشکارا کر دی ہے کہ کفار بظاہر مسلمانوں سے جتنی بھی خیر سگالی کا اظہار کریں لیکن وہ اندر سے مسلم

دشمنی پر ایک ہیں۔ لیکن ''روشن خیالی'' اور لبرل ازم کے زعم میں مبتلا ہمارے حکمران ان دوست نما دشمنوں کے شوگر کوٹڈ زہر کو تریاق سمجھ بیٹھے ہیں۔

کفریہ طاقتیں اچھی طرح جانتی ہیں کہ اسلام کسی کی غلامی کو قبول نہیں کرتا اور جب بھی اس کے نام لیوا متحد ہو گئے، وہ دن ان طاغوتی قوتوں کے لئے موت کا پیغام لے کر آئے گا۔ لہٰذا انہوں نے مفادات کے سنہری جال میں پانچ درجن کے قریب مسلمان ممالک کو پھانس رکھا ہے اور انہیں تقسیم در تقسیم کر کے ان کی اجتماعی قوت کو منتشر کر دیا ہے اور ان کے وسائل پر غاصبانہ قبضہ کر کے انہیں کھلے بندوں لوٹا جا رہا ہے۔ امریکہ اور اس کے حلیف اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے اقلیت میں ہونے کے باوجود برصغیر پر ایک ہزار سال تک حکمرانی کی ہے اور اب جبکہ اللہ کے فضل واحسان سے پاکستان عالم اسلام کی پہلی ایٹمی پاور کا اعزاز حاصل کر چکا ہے، انہیں خدشہ ہے کہ کہیں پاکستان ملت اسلامیہ کی رہبری و رہنمائی کیلئے قیادت کا عزم نہ کر لے اور اگر ایسا ہو گیا تو ملت اسلامیہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو کر دنیا کی امامت اور تاجوری کے لئے اٹھ کھڑی ہو گی۔ اور پھر کفر کو ڈھونڈنے سے بھی اماں نہیں ملے گی۔ لہٰذا یہ کفریہ مثلث پاکستانی قوم کے اعصاب کو یہودی دولت، عیسائی قوت اور ہندو کی عددی اکثریت سے خوفزدہ کر کے مفلوج کر دینا چاہتی ہے۔ پاکستان کو ہندوستان سے مذاکرات پر آمادہ کرنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ہندوستان جو کشمیری مجاہدین کی سرفروشانہ کارروائیوں سے زچ ہو کر شکست کے خوف سے مذاکرات کا سہارا لینے پر مجبور ہوا ہے۔ اور شکست خوردگی کے باوجود پاکستان کو مذاکرات کی دعوت دے کر اہنسا اور امن کا علمبردار بننا چاہتا ہے۔ اس ظالم بنیے اور منافق و چالباز دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دنیا کے سامنے اس کا اصل چہرہ بے نقاب ہو سکے۔

پاک بھارت مذاکرات آج کی بات نہیں ہے۔ لیاقت نہرو مذاکرات سے لے کر تا ایں دم ترپن برس سے مذاکرات ہمیشہ بے مقصد اور لاحاصل ثابت ہوئے ہیں۔ آزادی کبھی مانگنے سے نہیں ملتی اور نہ ہی مذاکرات آزادی کا باعث بنے ہیں۔ یاسر عرفات کی مثال دنیا کے سامنے ہے۔ انہوں نے جہاد سے منہ موڑ کر مذاکرات کی راہ اپنائی تو ذلیل و خوار ہو کر عبرت کی مثال بن گئے۔ کشمیر مذاکرات کی میز پر نہیں، جہاد کے میدان میں آزاد ہو گا۔ اور اب جبکہ کشمیری قوم آزادی کی منزل تک پہنچ چکی ہے۔ ایسے میں دوطرفہ مذاکرات کشمیری حریت پسندوں کی پیٹھ میں خنجر ثابت ہوں گے۔ اور یہی دشمن کی در پردہ اور دیرینہ خواہش ہے۔ پاک بھارت مذاکرات میں قوم کو اعتماد میں لیے بغیر اس قدر عجلت و بیتابی کا مظاہرہ اور پھر قادیانی عنصر کا مسئلہ کشمیر پر اچانک متحرک ہو جانا اہل فکر ونظر کے لئے یقیناً تشویش کا باعث ہے۔ یاد رکھیے! مسلمان فطرتاً آزاد اور طبعاً حریت پسند ہے۔ وہ جس دین کا پیرو ہے وہ دین دنیا پر غالب وحاکم ہونے کے لئے آیا ہے۔ اس کی عملداری کا علم صرف دہلی کے لال قلعہ ہی پر نہیں بلکہ واشنگٹن کے وائٹ ہاؤس پر بھی لہرائے گا۔ جو بالیقین قربانیوں اور شہادتوں کا راستہ ہے اور مسلمان مجاہدوں کے لئے عزیمت کی یہ راہیں اجنبی نہیں ہیں۔

....

نور محمد قریشی ایڈووکیٹ

لیڈرانِ کرام کیا جانیں.....؟

(بہ سلسلہ مولانا ابوالکلام آزاد)

روزنامہ ''خبریں'' لاہور کی ۱۵، ۱۶، ۱۷ جون (۲۰۰۱ء) کی اشاعت میں ''آتش فشاں'' والے منیر احمد منیر صاحب کا ایک مضمون ''مولانا آزاد کو یہ آواز کانگریس کے پلیٹ فارم سے بلند کرنا چاہئے تھی'' تین اقساط میں شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اگر مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند کے وقت، پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے خلاف تھے تو اس مقصد کے لئے انہیں کانگریس کے پلیٹ فارم سے یہ آواز بلند کرنا چاہئے تھی۔ چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم کے خلاف نہیں تھے۔ منیر صاحب نے بہت عمدہ مضمون لکھا ہے اور اپنے دعوے کو ثابت کر دیا ہے لیکن اس مسئلہ کے دوسرے پہلو کے بارے میں مجھے بھی کچھ عرض کرنا ہے۔

منیر صاحب نے اپنے مضمون کی ابتداء جمعیت علماء اسلام کے رہنماء حافظ حسین احمد کے اس بیان سے کی ہے کہ ''مجھے دوقومی نظریے کا علم نہیں کہ یہ کیا ہوتا ہے'' جہاں تک میں نے اس موضوع پر مطالعہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ تقسیمِ برصغیر سے قبل ہمارا موقف یہ تھا کہ قوم مذہب سے بنتی ہے نہ کہ وطن سے۔ چونکہ ہندوستان میں دو مذاہب (ہندو اور مسلم) کے ماننے والے رہتے ہیں اس لئے ہندوستان میں دو جداگانہ اقوام رہتی ہیں۔ مان لیا کہ قوم مذہب سے بنتی تھی یا بنتی ہے لیکن ہندوستان میں ہندو کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے مثلاً سکھ، عیسائی، پارسی، بدھ اور جین مذاہب کے بھی پیروکار تھے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب اختلافِ مذہب کے باوجود مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندو کے ساتھ مل کر ایک قوم کیسے بن گئے؟ اس طرح تو دوقومی نظریہ کی جگہ کثیر القومی نظریہ ہونا چاہئے تھا۔ یہ بھی مان لیا کہ برصغیر میں صرف دو مذاہب کے ماننے والے ہی تھے ہندو اور مسلم۔ مسلمان اپنے مذہب اسلام کے پیروکار ہونے کی وجہ سے ایک الگ قوم تھے، ہندو الگ قوم تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا صرف برصغیر کے مسلمان ہی اپنے مذہب کی بنا پر ایک الگ قوم تھے یا پوری دنیا کے مسلمان ایک الگ قوم تھے۔ اگر پوری دنیا کے مسلمان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے قبل ایک قوم تھے تو آج بھی پوری دنیا کے مسلمان ایک قوم ہونا ضروری ہیں لیکن یہ خلاف واقعہ ہے۔ ایران والوں سے دریافت کریں تو ان کا جواب یہ ہے کہ ہم تو اسلام سے قبل بھی ایرانی تھے اور اسلام کے بعد بھی ایرانی ہیں۔ عربوں سے دریافت کرلیں تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ ہم اسلام سے پہلے بھی عرب تھے اور اسلام کے بعد بھی عرب ہیں۔ ترکی کا ذکر کیا کریں کہ وہاں تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھی قابلِ دست اندازیٔ پولیس جرم بن گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف برصغیر کے مسلمان ہی بر بنائے مذہب ایک قوم تھے تو کیا آج بھی پورے برصغیر کے مسلمان ایک قوم ہیں یا اب وہ تین اقوام میں تقسیم ہو گئے ہیں؟ اگر آج پورے برصغیر کے مسلمان ایک نہیں بلکہ تین اقوام میں تقسیم ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دوقومی نظریہ ایک وقتی اور اضافی نظریہ تھا جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی شام کو ختم ہو گیا تھا؟ کیا اب پاکستان میں ہم مذہب کی بنیاد پر ایک قوم کی تشکیل کر رہے ہیں، یا وطن کی بنیاد

پر؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے بارے میں منیر احمد منیر صاحب یا کسی دوسرے دانش ور کو اظہارِ خیال کرنا چاہئے۔

جہاں تک مولانا آزاد کا تعلق ہے، ان کے کسی عقیدت مند کو پسند ہو یا ناپسند، حقیقت بہر حال یہی ہے کہ مولانا آزاد تقسیم ہند کے خلاف تھے۔ وہ دو قومی نظریہ کو غلط خیال فرماتے تھے۔ یہ ان کا نقطۂ نظر تھا جو غلط بھی ہو سکتا تھا۔ اگر مولانا آزاد نے تقسیمِ پنجاب اور تقسیم بنگال کے خلاف آواز بلند نہیں کی تو ہمیں ان سے شکایت نہیں ہو سکتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہماری قیادت کو یہ اندازہ تھا کہ پنجاب اور بنگال تقسیم بھی ہو سکتے ہیں، اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ سکتی ہے؟ کیا ہماری قیادت نے اس کا کوئی بندوبست کیا تھا کہ اگر اسے وہ تمام علاقہ جس کا مطالبہ کیا گیا تھا مذاکرات کی میز پر نہ ملا تو وہ اسے کس طرح حاصل کرے گی؟ یا صرف انگریز کے رحم و کرم پر ہی بھروسہ تھا؟ اگر ہماری قیادت میں بصیرت و بصارت نام کی کوئی چیز تھی تو اسے اس کا اندازہ ہونا لازمی تھا۔ اگر اندازہ تھا تو ہماری قیادت نے اس کا تدارک کرنے کیلئے کیا انتظام کیا تھا؟ اگر ہماری قیادت کو اس کا اندازہ نہیں تھا تو اس قیادت کو کیا نام دیا جائے؟ اور اگر اندازہ تھا تو اس نے اس تباہی کو روکنے کے لئے کچھ بھی تو نہ کیا جو مشرقی پنجاب میں ہم پر ٹوٹی

من از بے گانگاں ہرگز نہ نالم

کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

(ترجمہ) ''میں بے گانوں کی (بدسلوکی) کو نہیں روتا، مجھ سے جو بھی کیا اپنوں نے ہی کیا''

کاش ہمارے ''ہیرو'' نے بھی پورے برصغیر سے مسلمان رضا کاروں کو ساتھ لیکر شمال مغرب کی طرف ماؤزے تنگ کی طرح لانگ مارچ کیا ہوتا اور انگریز سے برصغیر کی تقسیم کی بھیک مانگنے کی بجائے مسلح جدوجہد کے ذریعے پاکستان حاصل کیا ہوتا، تو ہم بھی آج چین جیسی طاقت ہوتے۔ لیکن ہمارے ''ہیرو'' نے تو زندگی میں کبھی بندوق یا پستول کو ہاتھ بھی لگایا ہوگا تو اس کے لئے جارج ششم اور ایڈورڈ ہفتم کی حکومت سے باقاعدہ پیشگی اجازت نامہ (لائسنس) حاصل کیا ہوگا۔ کاش ہمارے ''ہیرو'' نے گورنر جنرل کی کرسی کو رونق بخشنے کی بجائے مشرقی پنجاب سے آنے والے قافلوں میں سے کسی قافلے کے ساتھ پیدل سفر کیا ہوتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس نے کس قیمت پر کیا حاصل کیا ہے۔ لیکن.......

جو گزرتے ہیں قوم پہ صدمے لیڈرانِ کرام کیا جانیں

ہندوستان میں اگر مسلمان غلام ہوئے تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مسلمان تعداد میں کم ہو گئے تھے اور انگریز تعداد میں زیادہ آ گئے تھے۔ قلت و کثرتِ تعداد، مسلمان کا کبھی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ انڈونیشیا آج مسلم آبادی کا ملک ہے، وہاں تو کوئی محمود غزنوی حملہ آور نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی ان مسلمانوں نے جوان جزیروں کے ساحل پر اترے تھے، وہاں قلت و کثرت کی بحث چھیڑی تھی اور نہ ہی ایک قومی یا دو قومی نظریہ پیش کیا تھا۔ انہوں نے وہاں پر جا کر اللہ کے واحد اور احد ہونے اور محمد ﷺ کے اللہ کے آخری رسول ہونے کی گواہی دی تھی۔ اگر قلت و کثرت ہی کی بات ہے تو برصغیر میں غیر مسلموں کی کثرت تعداد کی ذمہ داری کس پر ہے؟ کیا ہم مسلمانوں نے غیر مسلموں پر اس طرح اتمامِ حجت کر دیا تھا جس طرح انبیائے کرام کیا کرتے تھے۔ اگر یہ کام جو مسلمانوں کا فرضِ منصبی تھا اور ہے، نہیں کیا تھا تو ان کی قلتِ تعداد کی ذمہ داری

خود انہیں پر ہے۔

ہندوستان میں مسلمان اس وجہ سے غلام نہیں ہوئے تھے کہ ان کی تعداد کم ہوگئی تھی اور انگریز زیادہ تعداد میں آ گئے تھے بلکہ مسلمان اس لئے غلام ہو گئے تھے کہ ان کے اندر وہ اوصاف ختم ہو گئے جو کسی قوم کو آزاد رکھ سکتے ہیں۔ لیکن کیا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک ہم مسلمانوں نے وہ جوہر پیدا کر لیا تھا جو آزادی کو قائم رکھنے کے لئے درکار تھا؟ افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ ہم ہندوستان میں غلام اس لئے ہوئے تھے کہ ہم مسلمان رہے ہی نہ تھے۔ اگر ہمارے اندر ایمان خالص ہوتا تو ہم غلام ہو ہی نہیں سکتے۔ ہندوستان میں مسلمان ایک جداگانہ قوم تھے یا نہیں، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ ہم وہ مسلمان نہیں تھے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہیں، کیوں کہ مسلمانوں کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:

''اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم صاحب ایمان ہو'' (آلِ عمران ۱۳۹)

غلبہ واقتدار اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے لیکن اس کیلئے شرط صرف ایمان ہے۔ صرف ایمان۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے قلت کثرتِ تعداد کبھی بھی مسلمانوں کا مسئلہ رہا ہی نہیں۔ مسلمان کا سرمایہ تو ہے ہی اس کا ایمان جو اس کے پاس ہے تو سب کچھ ہے اگر یہ نہیں ہے تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کو معلوم ہے کہ: ''ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ اللہ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے کہ اکثر ایسا ہوا کہ بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (البقرہ ۲۴۹) چونکہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک اور نہ اس کے بعد ہم نے اپنے اندر وہ صفات پیدا کیں جو آزاد قوم کے لئے درکار ہیں تو ہم پھر سے غلام ہو گئے ہیں۔ پہلے ہم اگر عیسائیوں کے غلام تھے تو اب ہم یہودیوں کے غلام ہیں۔ کشکولِ گدائی ہاتھ میں ہے اور خیرات کے حصول کے لئے ہم آئی۔ ایم۔ ایف اور عالمی بنک کی ہر شرط قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور ہمارے وزرائے خزانہ خواہ سرتاج عزیز ہوں یا شوکت عزیز انہی کے نمائندے ہوتے ہیں۔ البتہ یہ غلامی و کھری ٹائپ کی ہے۔ اس لئے ہم اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ ہم آزاد ہیں۔ اخلاقی طور پر ہم پست ترین مقام پر ہیں۔ فراڈ اور دھوکہ دہی کی نئی سے نئی قسم ہم نے ایجاد کر لی ہے کہ شیطان بھی ہمیں استاد مان گیا ہوگا۔ منافقت ہماری قومی پالیسی ہے اور یہ پالیسی ہمیں اسی جماعت سے ورثہ میں ملی ہے جس کے توسط سے ہم نے برصغیر تقسیم کروایا۔ کیا ہمارے قائدین کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور اس حد تک حرام ہے کہ سود کا کاروبار کرنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے قائدین دیدہ دلیری سے سود پر قرض لیتے رہے تو یہ منافقت ہی تو ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کر کے ہم کس طرح فلاح پا سکتے ہیں۔؟ نام تو ہمارا ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ پاکستان میں اسلام کس حد تک ہے؟ پاکستان ٹیلی ویژن کے پروگرام دیکھ لیں۔

بقول نفیس خلیلی مرحوم:

دیکھتا کیا ہے مرے منہ کی طرف؟
قائد اعظم کا پاکستان دیکھ!

پروفیسر خالد شبیر احمد نائب صدر مجلس احرار اسلام پاکستان

احرار کا فکری اثاثہ

مجلس احرار اسلام، کا نام زبان پر آتے ہی فضا میں ارتعاش محسوس ہوتا ہے۔ دل، جذبۂ حریت کے تقدس میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ تصور و تخیل میں جرأت و حمیت، اکابرِ احرار کا طواف کرتی نظر آتی ہے دل و دماغ احرار میں سرنگوں ہو جاتے ہیں اور خیال، غیرت کا دامن تھامے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی سمت کشاں کشاں لے جاتا ہے کہ جن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اکابرِ احرار اور رضا کارانِ احرار نے سرزمین پاک و ہند پر اپنی قوتِ ایمانی سے جانفشانی، ایثار و قربانی کے وہ نقوش چھوڑے ہیں کہ رہتی دنیا تک یہ نقوش، اہل ایمان کے لئے مشعلِ راہ بن کر انہیں کچھ کر گزرنے پر اکساتے رہیں گے اور حق و صداقت پر مر مٹنے کا درس دیتے رہیں گے۔

زمانہ ہزار کروٹ بدل لے تاریخی تحریفیات اپنی مصلحتوں کا دل رکھنے کے لئے تاریخ کا چہرہ مسخ کرنے کی جا ہے جتنی کوشش کر لے۔ یہ بات اپنی جگہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور انکار تو کیا انکار تصور بھی نہیں کر سکتا کہ احرار کا یہ قافلۂ اہل جنوں محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے جبر کی ہر قوت سے دیوانہ وار لڑ گیا۔ نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وقت سولی پر رقص کر گیا لیکن زمانے کی ستم رانیوں کے آگے سرنگوں نہ ہوا۔ سطوتِ فرنگ ان کے حریت پناہ ارادوں کو مسخر نہ کر سکی سیم و زر کی چمک ان کی عقابی نگاہوں کو خیرہ کرنے میں ناکام رہی۔ مصائب و آلام ان کے پرشکوہ عزائم کی تپش میں موم کیطرح پگھل گئے اور بالآخر یہ قافلۂ اہل جنوں و غیرت اپنی بے سروسامانیوں کے باوجود اپنی منزل مقصود یعنی آزادی کی منزل تک پہنچ کر ہی رکا۔ اس وطن کو آزادی سے ہمکنار کرنے کے لئے نہ جانے کتنے احرار رضا کاروں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ نہ جانے کتنی جوانیاں موت کی پرخار اور مہیب وادی سے گزرتی ہوئی راہ ابد پر روانہ ہو گئیں۔ قید و بند، تعزیر و سلاسل کے نہ جانے کتنے سلسلے راہ میں رکاوٹ بنے۔ لیکن یہ جانثارانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں احرار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اپنے مقصد کے حصول کے لئے سینہ سپر ہی رہے۔ اور اپنے مقدس خون سے وقت کی پیشانی پر یہ تحریر کر گئے۔

ہم زینت فسانۂ جاناں بنے رہے
جذب و جنوں عشق کا عنواں بنے رہے
زیر قدم رہا ہے حوادث کا سلسلہ
یوں جرأتوں کا شعلۂ براں بنے رہے

(مصنف)

احرار نے جہاں ایک طرف اپنی پوری قوت کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑی وہیں اس سرزمین پاک و ہند پر اسلام کے دفاع، مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ، عظمتِ اسلام کی پاسداری اور تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کے لئے بھی سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ جو عقیدت مجلس احرارِ اسلام کو من الحیث الجماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہے وہ فقید المثال

ہی نہیں لازوال بھی ہے۔ تاریخ کے اوراق اس عقیدت و محبت سے منور ہیں۔ جس کی ایک ایک سطر عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے۔ ہر تحریک کے ہر مشکل موڑ پر احرار کو اپنے اللہ کی مدد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت ہی سہارا دیتی رہی۔ خود قادیانیت کے خلاف احرار کی بے مثال جنگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کی ایک لا جواب داستان بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اغیار کی یہ خواہش اور سازش کہ مسلمانوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ عقیدت و محبت ختم کر دیا جائے۔ ایک مسلمہ امر ہے۔ اسی طرح اس کے جواب میں مسلمانوں کا یہ فیصلہ بھی مسلمہ اور حتمی ہے کہ ہر مسلمان ہر ابتلاء کو خوش دلی کے ساتھ قبول تو کر سکتا ہے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت پر کوئی آنچ آئے، اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کہ یہی اساس دین، یہی تقاضۂ ایمان، یہی منتہائے عبادت و شہادت، یہی منشاء خدا، یہی رمز وفا، یہی ہماری آن، یہی اسلام کی شان ہے اسی منبعٔ عقیدت سے اعمال و کردار کے وہ سوتے پھوٹتے ہیں جو دین اسلام کا مقصود و منتہاء اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کا سبب ہے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اونہ رسیدی تمام بو لہبیست

احرار ایک جماعت بھی ہے اور ایک تحریک بھی ہے، تحریک انگریز اور ان کے حوالیوں موالیوں کے خلاف، تحریک میدان سیاست میں سیاسی مداریوں کے خلاف، مجبور انسانوں کی بے بسی کا مذاق اڑانے والوں کے خلاف، غریب انسانوں کے ارمانوں کا خون کر کے دادِ عیش و عشرت دینے والوں کے خلاف، ان سرمایہ پرستوں کے خلاف جن کے محلات میں گھی کے چراغ جلتے ہیں۔ مگر جو غریب کی کٹیا میں مٹی کا دیا جلتا نہیں دیکھ سکتے، جن کے کتے اطلس و کمخواب میں سوتے ہیں۔ لیکن جو غریب کی بیٹی کے سر پر دوپٹہ نہیں دیکھ سکتے، جو اپنے جوتے کی چمک کو برقرار رکھنے کے لئے غریب کے چہرے کی چمک اڑا لیتے ہیں۔ احرار ایک تحریک ہے وڈیروں، جاگیرداروں کے خلاف بھی جو انگریزی جبر و استبداد کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے رہے، اور ان کے مظالم پر تحسین و آفرین کے ڈونگرے برساتے رہے۔ احرار ایک تحریک ہے، ان روساء اور امراء کے خلاف جنہوں نے انگریز کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے وطن کے سرفروشوں کا مذاق اڑایا۔ انگریزی اقتدار کو رحمتِ خداوندی قرار دیا۔ جو انگریزی اقتدار کے استحکام کا باعث بن کر اپنی اس غداری پر ان سے جاگیریں حاصل کرتے رہے۔ ایسے تمام جاگیرداروں کا وجود اس دھرتی پر بوجھ ہے۔ یہ لوگ اپنی خصلت، اپنی ناپاک مساعی اور مکروہ فکر کے باعث قادیانیوں سے کم تر نہیں۔ اپنے مقاصد اور اپنی خصلت کے اعتبار سے جاگیردار اور قادیانی دونوں ایک ہیں۔ دونوں ہی انگریز کا خود کاشتہ پودا ہیں۔ دونوں انسانیت کے نام پر دیوی اور بے غیرتی کا سیاہ داغ ہیں۔ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ دونوں ایک ہی طاقت کے دو رخ ہیں۔ جس طاقت کے خلاف احرار پچھلی پون صدی سے نبرد آزما ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں گروہ احرار کو کبھی معاف نہیں کر سکتے۔ ان کی مخالفت ہی احرار کا توشۂ آخرت اور ذریعۂ نجات ہے احرار کو اس بات پر فخر ہے کہ انگریز کے ان دونوں گماشتوں یعنی جاگیرداروں اور قادیانیوں کے دل میں احرار کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں۔ انہوں نے احرار کا راستہ روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی لیکن احرار کا یہ قافلہ ان سے نہ رک سکا اور سوئے منزل بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

ہم نے لہو کو اپنے فضا میں اچھال کے
لکھے ہیں تذکرے دلِ وقفِ ملال کے
تھے آشنا جنوں سے رکتے بھلا کہاں
لگتے رہے گو زخم زمانے کی چال کے

(مصنف)

احرار نے اپنے آغازِ سفر ہی میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ ہم ہندوستان کی آزادی کی کوشش اس طرح کرنا چاہتے ہیں کہ غریبوں، مفلسوں، محنت کشوں، اور مظلوم انسانوں کی سرمایہ پرستوں کے چنگل سے آزادی کا بھی اہتمام ہو سکے۔ مولانا مظہر علی اظہرؒ نے ۱۱/۱۲/ جولائی ۱۹۳۱ء کو حبیبیہ ہال لاہور جماعتِ احرار کے پہلے باضابطہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے برملا اعلان کیا۔

''ہندوستان کے مدعیانِ قوم پرستی کو ابھی یہ سبق پڑھانے کی ضرورت ہے کہ دنیا امیروں کی جولانگاہ نہیں اس میں غریبوں کا بھی حصہ ہے۔ بلکہ اگر حق رائے دہی اور حکومت کی ضرورت ہے تو غریبوں کو۔ امیر تو خود اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اپنے لئے حفظانِ صحت کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن غریب ہی ہیں جنہیں نہ آج تک تعلیم دی گئی ہے نہ ان کیلئے حفظانِ صحت کا بندوبست کیا گیا ہے۔ نہ ان کی روزمرہ زندگی ہی انسانوں کی زندگی کہلا سکتی ہے۔ بلکہ امیروں کے کتے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں سے بہتر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اگر اسی نظامِ حکومت کو قائم رکھنا ہے۔ جو سرمایہ داری کی شان اپنے اندر رکھتا ہے اور غریب کو کچل کچل کر اپنے آپ کو مالا مال کرنے میں منہمک ہے تو برطانوی کارتوس اور بم کچھ عرصہ تک یقیناً غریبوں کو خاموش رکھ سکیں گے، اور ہندو سکھ سرمایہ پرستی اسی امید پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ مگر نوعِ انسانی کے غریب اور محنت کش افراد ہمیشہ کے لئے قعرِ مذلت میں نہیں رہ سکتے۔ اگر پنجاب میں غریب طبقہ کے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے تو باقی صوبوں میں غریب ہندوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ قوم کے بہترین افراد کو جو شب و روز محنت کرتے ہیں۔ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے بھی اکثر محروم رکھے جاتے ہیں۔ جنہیں نہ گرمی میں شملہ، ڈلہوزی اور مری کی ٹھنڈی ہوائیں نصیب ہوتی ہیں۔ نہ بادِ باراں کے موسم میں کہیں سر چھپا کر بیٹھنے کی ہی توفیق ہوتی ہے۔ انہیں ہمیشہ اپنے اغراض کے لئے استعمال کرنا، انہیں شرف انسانیت سے محروم رکھنا ''احسن تقویم کی ہوئی دنیا کو اسفل سافلین'' میں اپنے طور پر مجبور کرنا بالآخر آج نہیں تو کل کے سرمایہ دار اور فوقیت یافتہ طبقہ کے لئے ہی نہ صرف خطرناک بلکہ مہلک ثابت ہوگا۔ آج وقت ہے کہ قوم کے ہر طبقہ کو فراخ حوصلگی سے مواقع ترقی دیئے جائیں۔ غریبوں، کمزوروں، جاہلوں بلکہ گناہ گاروں کی خبر گیری کی جائے تاکہ وہ آسانی سے خواص انسانی حاصل کر کے مادرِ وطن کے لئے زینت اور فخر کا باعث ہوں۔ لیکن اگر حکومت کی مشینری اس لئے چلائی جاتی ہے کہ غریب محنت کرے اور سرمایہ دار عیش اڑائے۔ مقروض کمائے اور قارض سب کچھ سود میں اڑا لے جائے۔ عوام الناس بیکار رہوں اور جرم و گناہ کی زندگی بسر کریں۔ اور امراء و رؤساء انہیں سزا دینا ہی اپنا فرض سمجھیں۔ ان کی مشکلات کو حل کرنے کی

سر دردی اپنے ذمے نہ لیں تو جماعتی جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہے گا۔

ہم اب بھی آزادی کے لئے تہہ دل سے کوشش کریں گے لیکن ہماری کوششیں غریبوں، مفلسوں، محنت کشوں، مظلوموں اور ستم رسیدوں کی آزادی اور خوش حالی کے لئے ہوں گی ہم نئی بادشاہتیں، نئے راج، نئی نوابیاں اور نئے سہو کارے دیکھ کر خوش نہیں ہو سکتے ہم خود دولت اور امیری کے دلدادہ نہیں نہ آئندہ امیرانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس لئے جہاں ہم نے برطانوی ملوکیت اور سرمایہ داری کا ساتھ دینا ضعف ایمانی سمجھا ہے۔ اسی طرح ہندوستانی سرمایہ داری کے ہاتھ کھیلنا ہمارے نزدیک جائز ہیں۔ اگر ہمارے سرمایہ دار بھائی ہمیں اپنے پھندے میں پھنستا نہ دیکھ کر جوشِ غضب میں آئیں تو ہم مردانہ وار مسکرا کر اپنی راہ پر چلتے جائیں گے''۔

٭پچھتر برس پہلے کے اس خطبے کے ایک ایک لفظ کا بڑے غور وفکر کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد احرار کی تحریک کا اگر غیر جانبداری سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے۔ کہ احرار کا سب سے بڑا قصور تحریک پاکستان کی مخالفت نہیں بلکہ معاشرے کے اندر رہنے والے غریب طبقہ کی بہتر زندگی کا مطالبہ ہے، جو سرمایہ داروں کو نہ قیام پاکستان سے پہلے قبول تھا اور نہ آج قبول ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے مسلم لیگ اور کانگریس، دونوں جماعتیں بنیادی طور پر سرمایہ پرستوں کی جماعتیں تھیں۔ جن کا خمیر ایسی مٹی سے اٹھایا گیا تھا جس کا ایک ایک ذرہ سرمایہ داری کا مرہون منت تھا۔ کانگریس کو پہننے کے لئے آب و دانہ ''برلا'' اور ''ٹاٹا'' جیسے سیٹھوں سے میسر آتا تھا اور کانگریس کے پورے نظام پر پنڈتوں اور پروہتوں کا مکمل قبضہ تھا وہ کسی ایسے فرد کو آگے لانے کے لئے تیار نہ تھے جس کے تعلق کی ڈور غریب خاندان سے بندھی ہو۔ اسی طرح مسلم لیگ میں بھی بنیادی طور پر اسی قماش کے لوگ آگے تھے جن کا تعلق مجموعی طور پر سرمایہ پرستوں کی مکروہ جماعت سے تھا۔ جن کی قابلیت، اہلیت اور صلاحیت کا حدود اربعہ سرمائے کی حدود میں محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ غرضیکہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی خوشحالی کے تصور سے بھی بدکتی تھیں۔ دونوں دین اور مذہب کے حوالے سے تو جدا دین اور جدا مذہب کی جماعتیں تھیں لیکن اپنی فطرت، اور مکروہ مقاصد کے اعتبار سے ایک ہی گروہ کے دو حصے اور ایک ہی مسلک اور موقف کی حامل سیاسی جماعتیں تھیں۔ اور یہی حقیقت احرار کو وقت کے ساتھ ساتھ کانگریس اور مسلم لیگ سے بہت دور لے گئی۔ اگر چہ یہ دونوں جماعتیں احرار کے ایثار اور خلوص کی کمائی تو کھاتی رہیں۔ کانگریس آزادی کے محاذ پر احرار کی قوتِ کارکردگی کا ''سارا کریڈٹ'' وصول کرتی رہیں اور دینی محاذ پر احرار کی قوتِ کار کا سارا ''کریڈٹ'' مسلم لیگ وصول کرتی رہی۔ لیکن دونوں جماعتوں کو اس بات کا شدید احساس بھی تھا کہ احرار کا مزاج، احرار کا فکر، احرار کا نصب العین، احرار کا انداز کار ان دونوں کے لئے انتہائی خطرناک اور مہلک ہے۔ کانگریس نے تو ایک موقعہ پر اکابرین احرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور شیخ حسام الدینؒ سے صاف طور کہہ بھی دیا تھا اور کہنے والے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر راج گوپال اچاریہ تھے کہ

''مسلم لیگ سے تو ہماری لڑائی محض سیاسی حقوق کے تعین و تقسیم کی ہے اور اس کا بہرحال کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔ لیکن جمعیت العلماء اور مجلسِ احرار کی ہمنوائی ہمارے لئے سخت خطرناک ہوگی۔ یہ لوگ زندگی کے ہر پہلو میں ہم سے مختلف ہیں۔

ان کے لباس، ان کے عمل، ان کی زبان ان کی نظر غرضیکہ ہر چیز میں پاکستان موجود ہے۔ ان سے مصالحت کرنے کی بجائے ہم مسلم لیگ سے مصالحت کرلیں تو کہیں بہتر ہوگا۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ لیگ سے مفاہمت ہوگئی ''بوئے گل نالۂ دل'' دودِ چراغ محفل شورش کاشمری لاہور صفحہ 213،214 آج ہندوستان، پاکستان قائم ہوئے ترپن (۵۳) برس ہونے کو آئے ہیں۔ لیکن غریب نہ تو ہندوستان میں خوش ہیں اور نہ ہی پاکستان میں آسودہ حال۔ ان دونوں ملکوں کے اندر آج بھی وہی صورت حال ہے جو قیامِ پاکستان اور بھارت کے قیام سے پہلے تھی بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس سے بھی بدتر۔ کبھی کسی نہ سوچا کہ ایسا کیوں ہے محض اس لئے کہ دونوں ملکوں میں عنانِ حکومت مجموعی طور پر سرمایہ پرست لوگوں کے ہاتھ میں ہے دونوں ملکوں کے اندر نظریہ انفرادیت کے تحت سارا ''نظامِ حکومت'' چلتا ہے، اور جمہوریت اس نظریہ انفرادیت کے تحت قائم ہونے والے نظام کا لازمہ ہے جو کہنے کو عوام کی حکومت کہلاتی ہے لیکن دراصل سرمایہ داروں کے ہاتھ میں وہ تیغ کارزاری ہے جس کے ذریعے غریب اور مفلس انسانوں کی تمناؤں کا خون ہوتا ہے۔ یہ نظام حکومت انگریز کا عطا کردہ ایسا نظام حکومت ہے کہ جس میں غریب آدمی کی حالت نہ کبھی سدھری ہے نہ ہی اس کے سدھرنے کی کوئی توقع ہے۔ یہ ایک خوبصورت اور دل آویز دھوکا ہے جو برطانوی، شاطر جاتے ہوئے ہمیں ورثہ میں دے گئے ہیں۔ کہنے کو تو یہ عوام کی حکومت۔ عوام کے ذریعے عوام کی خاطر ہے لیکن جمہوریت کے اس سارے کھیل کو اگر بغور دیکھا جائے تو یہ سرمایہ داروں کی حکومت سرمایہ داروں کے ذریعے، سرمایہ داروں کے مفاد کیلئے قائم ہوتی ہے۔ احرار اس نظامِ حکومت کے اس لئے خلاف ہیں کہ اس نظام کے تحت نہ ہی تو غریب لوگوں کے مسائل کا حل ممکن ہے اور نہ ہی خدا کی حاکمیت کے قیام کی کوئی صورت نظر آتی ہے۔ خود پاکستان کے آئین میں خدا کی حاکمیت کا اعلان اس لئے بے اثر ہو کر رہ گیا ہے کہ آئین میں خدا کی حاکمیت عوامی نمائندوں کے ذریعے قائم کی جانے کی شرط موجود ہے۔ اب اگر عوامی نمائندوں کا اپنا کاروبارِ زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں تو وہ اپنے ملک پر خدا کی حاکمیت کیا قائم کریں گے۔ بقول امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ

''جو لوگ اپنی ڈھائی من کی لاش اور چھ فٹ کے قد پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے جن کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، لین دین، وضع قطع، شکل وصورت، عادات وخصائل، غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ اور معاملات کا کوئی حصہ اسلام کے مطابق نہیں تو، ایک ملک پر اسلام کی حکومت کیسے قائم کرلیں گے۔ یہ ایک فریب ہے اور یہ فریب کھانے کو ہم لوگ تیار نہیں''

(تقریر اردو پارک دہلی اپریل ۱۹۴۶ء)

احرار اپنے یوم تاسیس سے لیکر آج تک اس بات پر بڑی شدت کے ساتھ قائم ہیں کہ ایسے نظامِ حکومت کی مخالفت اور تردید میں اپنا پورا زور لگا دیں گے۔ جس میں نہ ہی تو غریب لوگوں کے مفادات کا تحفظ ہے اور نہ ہی خدا کی حاکمیت کا کوئی تصور ابھرتا ہے اور اگر دیکھا جائے تو احرار، مسلم لیگ نزاع کا اصل سبب بھی احرار کا یہی سچا اور کھرا مؤقف ہے۔ جسے مسلم لیگ کا سرمایہ پرست مزاج قبول کرنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ سرمایہ پرستوں کے وارے نیارے اسی نظامِ جمہوریت کی وجہ سے ہیں۔ جس کے تحت امیر، امیر سے امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ جبکہ احرار اس بات پر سختی سے قائم ہیں کہ اسلام میں ملکیت اور سرمایہ

خدا کی انسان کے پاس امانت ہے۔ وسائل دولت پر نہ کسی فرد واحد کو تصرف حاصل ہے اور نہ ہی کسی جماعت کو بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو۔ اسلام نے سیاست اور معیشت کے میدان میں واضح طور پر بنیادی اصولوں کی نشان دہی کر دی ہے۔ جس کے تحت سیاست میں حقیقی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اسی طرح وسائل معیشت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ علامہ اقبالؒ اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھائی ہے خوئے انقلاب"
وہ خدایا یہ زمین تیری نہیں، تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں، میری نہیں

ایک دوسری جگہ اسی موضوع کو اس طرح بیان کرتے ہیں

رزق خود را از زمیں بیرون رواست
ایں متاعِ بندہ وملکِ خدا است
بندہ مومن امیں، حق مالک است
غیر حق ہر شے کہ بنی ہالک است
باطن الارض للہ ظاہر است
ہر کہ ظاہر نہ بیند کافراست

دین اسلام محض معاشرتی زندگی یا انسان کی سیاسی زندگی کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام نہیں دیتا۔ بلکہ انسان کی اقتصادی زندگی میں بھی ایسے بنیادی اصول ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ہم نہ صرف اپنے اقتصادی حالات کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ بلکہ اپنی معاشرتی اور سیاسی زندگی کو بھی سنوار سکتے ہیں۔ اقتصادیات کتاب زندگی کا اہم باب ہے جو زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ہماری اخلاقی زندگی پر بھی اس کا شدید اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اقتصادیات کو نظر انداز کر کے زندگی کے کسی شعبہ میں بھی اطمینان حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

قیام پاکستان کا ایک عظیم مقصد مسلمانوں کی اقتصادی ترقی اور معاشی خوشحالی بھی ہے پاک و ہند کے مسلمان جاگیردار اور ہندو بنیئے کی معاشی گرفت میں جکڑے ہوئے تھے۔ (احرار نے اسی گرفت کو ڈھیلا کرنے کے لئے کپورتھلہ میں تحریک شروع کی

تھی)اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایک ایسی تحریک کا ساتھ دیا تھا جس کے نتیجے میں ایک ایسا معاشرہ قائم ہو سکے جسکی معاشی اور اقتصادی ترقی کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ترتیب دیا جائے۔ چنانچہ اسلام کے معاشی اصولوں کو عملی طور پر ایک خطہ زمین پر نافذ کر کے ''نظریہ انفرادیت'' اور ''نظریہ اشتراکیت'' کے علمبرداروں پر اسلام کے معاشی نظام کی عظمت قائم کرنا بھی پاکستان کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ احرار اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے کہ اسلام کے سیاسی نظام کی کامیابی کا انحصار بھی اسلام کے معاشی اصولوں پر عمل کرنے پر ہی ہے۔ اسلام کے معاشی اصولوں کو پس پشت ڈال کر یا انہیں فراموش کر کے اسلام کے سیاسی اصولوں کی بات کرنا دراصل اسلامی نظامِ حکومت (حکومت الہیہ) کو ناکام بنانے کی ناپاک کوشش ہے۔ جسکی مخالفت کرنا مجلس احرارِ اسلام اپنا دینی فریضہ سمجھتی ہے۔

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب ''دینِ اسلام'' میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت پر تنقید کرتے ہوئے اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

''اسلام دنیا میں عادلانہ اور مساویانہ نظامِ حکومت پیش کرتا ہے۔ وہ سرمائے کو سوائے بیت المال کے اشخاص کے ہاتھ میں اکٹھا نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس لئے سود کی حرمت اور جمع زر کی مذمت کرتا ہے۔ قرونِ اولیٰ میں اگر کوئی مسلمان امیر نظر آتا ہے تو وہ انگریزی زبان کے فقرے کے مطابق استثناء ہے جو عام قانون کو ہی ثابت کرتی ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی سرمایہ داری آجکل کی سرمایہ داری کی طرح بے راہ رو سرمایہ داری نہ تھی۔ کیونکہ ان کی زندگی سرمایہ داری کے باوجود ایک عام عربی کی زندگی تھی انہوں نے خرچ میں کوئی امتیاز نہ رکھا تھا۔ وہ اس مال کا اپنے آپ کو امین سمجھتے تھے۔ اس لئے مجال ہے کہ کبھی اسراف کیا ہو اور دنیا کی زینت فراہم کرنے کے لئے خرچ اٹھایا ہو۔ ان کا مال سوائے جماعتی اور قومی کاموں کے کہیں خرچ نہ ہوتا تھا۔ مزدور کا پہلے خون نچوڑنا اور سود لینا، پھر اس کا ایک حصہ عوام پر خرچ کر کے مخیر کہلانا مذموم فعل ہے۔ پہلے مزدوروں اور کسانوں کو بھوکا مرتے دیکھنا پھر مرنے پر کفن ڈالنا رحم دلی نہیں اپنے سرمائے کا بے وقت اظہار ہے۔ ایسی خیرات کو بند کرنے کے لئے بیت المال کو مضبوط کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ تاکہ ملک میں مساوات قائم کرنے کی باتیں مضبوط ہوں۔ اور حاجت مند بطور حق بیت المال سے مدد حاصل کریں۔

سونے کے گڑوے میں آبِ زم زم ڈال دیں۔ اگر پیندے میں چھید ہوگا تو پانی سارا بہہ جائے گا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اسلام چھدا ہوا برتن ہے اگر سونے چاندی کے پہاڑ بھی مسلمانوں کے حوالے کر دیئے جائیں تو بھی وہ ایک دن افلاس کی موجودہ حالت کو پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ ان کا سارا لٹریچر زر کے لالچ سے بے نیاز ہونے کا درس دیتا ہے۔ اور عام مسلمانوں نے مذہب میں ان کی ہی لیڈری قبول کی ہے۔ جن کے گھروں میں چور دن کو بھی آ کر مایوس جاتے ہیں۔ جن کا بادشاہوں اور امیروں کے لٹریچر میں کہیں ذکر نہیں۔ ایسی تعلیم اور ماحول مسلمانوں کو بڑے بینکوں، انشورنس کمپنیوں کو چلا کر امیر بننے پر زور دینا، عربی پڑھا کر سنسکرت کے اعلیٰ امتحان میں کامیاب بنانے کی امید دلانا ہے۔

پختہ رائے یہی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں مسلمان ہمیشہ ہی بے آب طائر بے ہوا رہے گا۔ وہ صرف ایسے نظامِ حکومت میں آسودہ رہ سکتا ہے۔ جو کامل اقتصادی بنیادوں پر قائم ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے مکاشفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

''ایک دفعہ مجھے دربارِ اقدس میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ، موجودہ دور میں نظامِ حکومت کے بارے میں کیا ارشاد ہے فرمایا عادلانہ نظام قائم کرنے سے پہلے سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ انقلاب پیدا کر کے موجودہ تمام نظام ہائے حکومت کو درہم برہم کر دیا جائے''

روح کی رفعتوں سے ناواقف خواہ مکاشفات کا مذاق اڑائے، عقل تاریخی شہادت کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اور مشورے کی امید نہیں رکھ سکتی۔ اگر چودہ سو سال پہلے غریبوں کو حکومت پر حاوی کرنے والا نبیؐ ہمارے درمیان آ جائے تو پھر یقیناً دنیا کے موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کو درہم برہم کرنے میں اپنی جوانی کی ساری بہاریں قربان کر دے اور تمام امور میں خلیفہ اور عمال حکومت اور رعایا کے حقوق یکساں کر دے۔ کیونکہ مساوی نظام کے بغیر عدل قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر اس نقطہ کو وہ نہیں سمجھ سکتے۔ جنہوں نے مفلسی کا بھیانک نظارہ اپنے گھر میں نہیں دیکھا۔ بھوک سے بے تاب بیوی کی بے بسی پر نگاہ نہیں کی۔ پس وہ عبادت کھرا سونا ہے جو دل میں مخلوقِ خدا کے لئے رحم پیدا کرے اور پھر خدمت کے لئے بے پناہ جذبے کی تحریک کرے۔ خدمت خلق اور رحم کی بہترین صورت عادلانہ اور مساویانہ نظام حکومت ہے دنیا کی صعوبتوں کا علاج، عبادت کا حاصل اور خدمتِ انسانی کی اجتماعی صورت کو سمجھ کر قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا نظام قائم کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ اس میں جو حصہ لے گا۔ اس کے لئے مال وجان کی جو قربانی کرے گا وہ خدا کا محبوب ہوگا۔

یاد رکھو! خود غرضی اور انانیت وہ شیطانی جذبات ہیں جو بد معاشی کو قبول کرنے والے دلوں میں ہی پیدا نہیں ہوتے، بلکہ نیک آدمیوں کے قلعہ بند دلوں کو مسخر کر کے اندر آ گھستے ہیں۔ سرمایہ داری ان دونوں رذیل جذبوں کی پروردگار ہے۔ اس سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت ہے۔ اسکی صحیح صورت دنیا میں مساویانہ نظام ہے غیر مساویانہ یعنی سرمایہ دارانہ نظام میں شیطان جگہ جگہ دام فریب پھیلائے رکھتا ہے۔ اسلام مساوات کا پیغام ہے۔ غیر مساوی نظام اسلام سے کھلا جنگی اعلان ہے۔ اس لئے ہمارے مذہبی لٹریچر میں شہنشاہوں، سرمایہ داروں کی کوئی گنجائش نہیں۔ سرمایہ داری کی مذمت میں قرآن نے تکرار سے بیان کیا ہے۔ باوجودیکہ مسلمان اس کی مضرت سے بے پرواہ ہے۔ آج ہم دنیا کو کس منہ سے یقین دلائیں کہ ہماری عبادت اور مذہبی رسومات کا مقصد دنیا میں امتیاز کو ختم کر کے نیکی کو شرف وسعادت کی بنیاد بنانا ہے۔ مالی، خاندانی، اور نسلی امتیازات شیطان کا فریب ہیں ان سے مسلمان کو بچانا جہادِ اکبر ہے''

(دینِ اسلام چوہدری افضل حقؒ ۲۰۴ سے ۲۰۷ تک)

مفکر احرار چوہدری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ کی اس تحریر کا ایک ایک حرف مجلس احرار اسلام کا فکری اثاثہ بھی ہے اور اس کا منشور بھی۔ یہ تحریر ہمارے موجودہ معاشرے کی بھی سو فی صد عکاسی کرتی ہے حالانکہ چوہدری صاحب قیام پاکستان سے بھی ایک عرصہ پہلے ۸ جنوری ۱۹۴۲ء کو اس جہاں سے رحلت فرما گئے تھے۔ اس تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل دل اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ جس کام کی بنیاد اسلام پر نہیں ہوگی۔ اس میں کیا کیا قباحتیں پیدا ہوں گی۔ پھر نظام سرمایہ داری انسان کے تمام اوصاف

چھین لیتا ہے۔ روپیہ اکٹھا کرنے کی دھن انسان کو، انسان نہیں رہنے دیتی، بلکہ حیوان بنا دیتی ہے۔ بھلا ایسے افراد کی موجودگی میں معاشرے کے اندر کیا اسلامی خوبی پیدا ہو سکتی ہے۔ جہاں حرص و ہوس کے بندے، غریب و نادار لوگوں کی جائز اور ضروری خواہشات پر اپنے اقتدار کا تخت بچھاتے ہوں اور اسے عوامی اور جمہوری حکومت کا نام دیتے ہوں اس سے بڑا فریب شاید تاریخ انسانیت میں کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتا اور یہ سب کچھ نظامِ سرمایہ داری کا کارنامہ ہے جو قیام پاکستان سے لیکر آج تک بھارت اور پاکستان کے اندر بطور نظامِ حکومت جاری ہے۔ جسکی ذمہ داری اس دور کی بڑی سیاسی جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ پر عائد ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کا چرچہ تو بڑی شدت سے ہوتا ہے لیکن علامہ اقبال کے کلام اور ان کے ان اشعار کا کیا جواب ہے، جو آج بھی پاکستان کی فضا میں ایک چیلنج بن کے گونج رہے ہیں

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
وہ حکمت ناز تھا جس پر خردمندانِ مغرب کو
ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کار زاری ہے
تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

دعائے صحت

☆ مجلس احرار اسلام مظفر گڑھ کے مخلص کارکن محترم خورشید احمد صاحب عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں اور نشتر ہسپتال میں زیر علاج ہیں

☆ ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم شیخ فضل الرحمٰن صاحب، مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس حافظ محمد علی کے والد شدید علیل ہیں

☆ مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے مخلص کارکن محترم مرزا غلام قادر صاحب کے ماموں مرزا غلام غوث صاحب (ملتان) علیل ہیں

☆ والدہ حافظ محمد ندیم قاسمی (پسرور) علیل ہیں اور ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں

احباب و قارئین ان کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں

اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے (آمین) ادارہ

محمد عابد مسعود ڈوگر

دینی مدارس کا نصاب کیا تبدیلی ممکن ہے؟

آج کل حکومت کی طرف سے ماڈل دینی مدارس قائم کرنے کا بڑا شور ہے، ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے دینی مدارس طویل عرصے سے ملک وملت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ مدارسِ دینیہ کا سلسلۃ الذھب مسجد نبوی شریف میں آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل ''صفہ'' کے چبوترے پر دین کا علم سیکھنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے ملتا ہے دین کی تعلیم کا یہ سلسلہ تب سے اب تک جاری وساری ہے۔ امت کے لئے ان طالبانِ دین کی خدمات کا احاطہ ایک نشست میں ممکن نہیں ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا ابھی کل کی بات ہے۔ کہ برطانوی سامراج کے خلاف مقدس جہادِ حریت کی سب سے پہلی اینٹ دہلی کے ولی اللٰھی مدرسے کے ایک طالب علم نے رکھی تھی۔ تب سے ہمیں ہر میدان میں مدارس عربیہ کے اصحابہ علم وفضل مستانہ وار نعرۂ رستاخیز بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شاملی سے لے کر کالا پانی اور پھر اس کے بعد بھی کئی جگہوں پر انہوں نے سامراج کی کلائی مروڑی اور پنجہ توڑا دشمن کے خرمن کو ایسی آگ دکھائی کہ پھر اس نے ولایت جاکے ہی سانس لیا۔

سال ہا سال سے دینی مدارس میں ''درسِ نظامی'' کے عنوان سے ایک نصاب پڑھایا جارہا ہے۔ اس سے قبل کہ ہم اس نصاب کا جائزہ لیں، پہلے ملک بھر میں قائم مدارس اور ان میں زیرِ تعلیم طلباء کے متعلق کچھ اعداد وشمار ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب کی ادارت میں چھپنے والے ماہنامہ ''الشریعہ'' کے مئی کے شمارے کے اداراتی صفحات میں ایک جائزہ شائع ہوا ہے ہم اسے درج کررہے ہیں۔

پاکستان کے دینی مدارس میں طلباء اور طالبات کی تعداد سات لاکھ سے زیادہ ہے جن میں سے تین لاکھ ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ 98 ہزار حفظ قرآن میں مصروف ہیں۔ چالیس ہزار تجویدِ قرآن کے طالب علم ہیں۔ 53 ہزار قرات سیکھ رہے ہیں۔ اور چھبیس ہزار سے زائد درسِ نظامی کا علم حاصل کررہے ہیں۔ تقریباً 58 ہزار طالبات بھی دینی مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب کے مطابق علم حاصل کررہی ہیں۔ جو طلباء فتوے کی تعلیم میں مصروف ہیں ان کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے جس میں مہارت کے بعد وہ مسلمانان پاکستان کی دینی مسائل میں رہنمائی کرتے ہیں۔ جس کو پاکستان کی عدالت عالیہ اور عدالتِ عظمٰی دونوں نے تسلیم کررکھا ہے۔''

ہماری گفتگو کا موضوع ''درسِ نظامی'' ہے۔ تقریباً نو سال پر محیط دینیات کا یہ طویل کورس جس وقت ترتیب دیا گیا تھا۔ اس وقت کے جید علماء کرام نے اس دور کی تمام جائز ضرورتوں کو سامنے رکھ کر اسے ترتیب دیا تھا۔ یہ کورس آجکل تقریباً سبھی بڑے مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔

پہلے سال جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اسے ''متوسطہ'' (درجہ فارسی) کہتے ہیں، پہلے تو اس میں تقریباً فارسی ہی پڑھائی جاتی تھی کیونکہ دینی علوم کی بہت سی کتابیں اور ان کے حواشی فارسی میں ہیں۔ بعد میں وفاق المدارس نے اس میں سے کچھ فارسی کی کتب

نکال کر بعض دوسری کتابیں شامل کر دیں۔ مثلاً معاشرتی علوم، اردو کی آٹھویں کی کتاب اور سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، بعد میں انگریزی کی کچھ کتب بھی اسی سال کے نصاب میں شامل کر دی گئیں۔ فارسی میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان میں شیخ سعدی شیرازی مرحوم کی کریما، گلستان، بوستان وغیرہ شامل ہیں۔ کسی دور میں فقہ کی کتاب مالا بدمنہ بھی اس میں شامل تھی۔ بنیادی طور پر اس برس فارسی سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے کتب پڑھائی جاتی ہیں۔

دوسرا سال عربی گرامر سے واقفیت اور اس کی مشق کے لئے صرف ونحو کی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔ اور طلباء سے قواعد پر مشق کرائی جاتی ہے۔ یہ سال درس نظامی میں طالب علم کی بنیاد شمار کیا جاتا ہے اس کا نام درجہ اولیٰ (صرف ونحو) ہے تیسرے سال سے اصل تعلیم شروع ہوتی ہے۔ یعنی قرآن پاک کا ترجمہ، فقہ کے ساتھ ساتھ منطق کی تعلیم بھی اسی سال سے باقاعدہ شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد چار سال تک انہی علوم پر مختلف کتابیں پڑھائیں جاتی ہیں۔ صرف درجہ سادسہ (چھٹے برس) میں فلسفے کی کتاب بھی شامل نصاب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عقائد پر شرح عقائد نامی کتاب بھی اسی سال پڑھائی جاتی ہے۔ درس نظامی کے ان چار برسوں میں درج ذیل علوم پر مختلف کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ترجمہ قرآن پاک، علم حدیث پر کوئی قابل ذکر کتاب ان چار برسوں میں نہیں پڑھائی جاتی، فقہ اصول فقہ، منطق، فلسفہ، عربی ادب اور اس کے ذیل میں علم وفصاحت وبلاغت۔

آخر دو سالوں میں حدیث پاک کے ساتھ ساتھ ایک ایک کتاب اصول حدیث اور اصول تفسیر کی پڑھائی جاتی ہے۔ یہ درسِ نظامی کا مختصر سا خاکہ ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ کہاں کہاں تبدیلی کی گنجائش ہے سب سے پہلے ہم درجہ فارسی کا جائزہ لیتے ہیں۔ فارسی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے یہ زبان اردو سے واقفیت میں بھی بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے اسے جاری رہنا چاہئے صرف اتنا ہو جائے کہ قدیم اور جدید فارسی یعنی اس زبان میں زمانے کے ساتھ ساتھ جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کو سامنے رکھا جائے اور اسے بطور زبان پڑھایا جائے اس کے ساتھ ساتھ پڑھایا جائے اس کے ساتھ ساتھ انگریزی کی جو کتب متوسط کے نصاب میں شامل ہیں وہ عام سکولوں میں پڑھائی جانے والی انگریزی کی کتابوں سے معیار میں بہت عمدہ ہیں۔ ان میں طالب علم کو ایسی محنت کرا دی جائے کہ انگریزی میں اس کی بنیاد مضبوط ہو جائے اسے پڑھاتے وقت بھی اسے بطور زبان واقفیت پر زور دیا جانا چاہئے۔ بول چال کی زیادہ سے زیادہ استعداد بنانی چاہئے تاکہ اس کے بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ کی وجہ سے اس زبان کو ذریعہ تبلیغ بنایا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر کی بنیادی باتوں سے طلبہ کو واقفیت کرائی جائے۔ ساتھ ساتھ خطاطی اور اردو میں تحریر وتقریر کو بہتر بنانے پر زور دینا چاہئے یاد رہے کہ وفاق المدارس نے متوسط کا دورانیہ ایک برس سے بڑھا کر دو برس کر دیا ہے بعض مدارس میں یہ دورانیہ تین برس ہے۔

دوسرے برس عربی گرائمر کے ساتھ ساتھ اس بول چال اور تحریر پر بھی خصوصی توجہ ہونی چاہئے۔ تاکہ آنے والے برسوں میں طالب علم اس زبان سے اجنبیت محسوس نہ کرے دیکھنے میں یہ بات آئی ہے۔ کہ کئی سال عربی زبان میں مختلف علوم پڑھنے کے باوجود اکثر طلبہ عربی سے تقریباً ناواقف ہوتے ہیں جب کہ اس سے کم عرصے میں سکول کے طلبہ انگریزی سے جو صرف ایک مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہے اچھی خاصی واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ ہمارے مدارس میں عربی بول چال کا رجحان بالکل نہیں ہے۔ اسے رواج دینے کی ضرورت ہے اور عربی زبان سے متعلق ہر سال کوئی نہ کوئی کتاب ضرور شامل نصاب ہونی چاہئے۔ اس میں طلبہ کو

خصوصی مہارت پیدا کرائی جائے تاکہ دنیا کی اس فصیح و بلیغ زبان سے بھرپور واقفیت حاصل ہو اور قرآن پاک اور حدیث نبوی ﷺ کے مطالعہ کے دوران اس سے بھرپور استفادہ ہو سکے۔ جدید عربی ادب کو بھی خاطر میں لانے کی ضرورت ہے۔

اگلے چار برسوں میں جو علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ان تمام مضامین اور کتب کو خارج کر دیا جانا چاہئے جن کی اب عملی زندگی میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے منطق، یونانی فلسفہ اور وہ کتب جو وقتی فرقوں کے رد میں لکھی گئیں جن کا اب تقریباً کوئی وجود نہیں رہا اگر ہے بھی تو ان کے اتنے جدید ایڈیشن آ چکے ہیں کہ ان کتابوں کو پڑھ کے ان کا علمی محاسبہ ممکن نہیں۔ اس کی جگہ اہل مغرب کی طرف سے اسلام کے متعلق پھیلائے گئے بے بنیاد اعتراضات شکوک و شبہات کے متعلق کتب اور مکالموں کو شاملِ نصاب کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس دور میں پھیلنے والے فتنوں کے متعلق مکمل آگاہی اور ان کا بھرپور علمی محاسبہ بھی شامل نصاب ہونا چاہئے۔

فقہ کی تدریس کے دوران جدید مسائل جیسے بلاسود بینکاری اور عائلی قوانین وغیرہ کو مستقل بحث کی صورت میں پڑھانا چاہئیے۔ تاکہ اسلام کا معاشی نظام اور اس کی مکمل تشریح سامنے آ سکے۔ اگر اسے تقابل کے ساتھ پڑھایا جائے تو بہت فائدے کی بات ہوگی۔ پورے درسِ نظامی میں تفسیر پر صرف ایک ہی کتاب ہے جو کہ بہت حد تک ناکافی ہے جدید سائنسی تحقیقات نے اسلام کی حقانیت بہت واضح کر دی ہے ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے کسی جدید عربی تفسیر کو شامل نصاب کیا جانا چاہئیے۔ جیسے سید قطب شہید کی ''فی ظلال القرآن'' اور تفسیر مراغی وغیرہ۔ حیرت کی بات ہے کہ جو علوم قرآن فہمی میں معاون ہیں ان کے لئے بہت سی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔ مگر قرآن پاک جو سب علوم کا منبع ہے وہ بے توجہی کا شکار ہے۔ اسے براہ راست سمجھنے کے لئے اس نوسالہ نصاب میں صرف ایک ہی تفسیر شامل ہے جو کہ بہت مختصر ہے۔ سیرت نبوی ﷺ پر کوئی مستقل کتاب اس نصاب میں شامل نہیں اس ضمن میں بھی ایک سے زائد کتب کی شمولیت از حد ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سیرت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر بھی کوئی کتاب پڑھائی جانی چاہئے۔ آسمانی علوم وافکار کا بہترین نمونہ تو ان حضرات کی زندگیوں میں جھلکتا نظر آتا ہے۔ یہی جھلک اگر آنکھوں سے اوجھل کر دی گئی تو کیا سیرت و کردار کو لارڈ میکالے کی زندگی پڑھ کر سنوارا جائے گا۔ انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ اسلامی علوم کے اس وسیع نصاب میں اسلام کی تاریخ پر کوئی کتاب شامل نہیں یہ تو تاریخ کا حال ہے اور فلسفہ تاریخ کا تو پوچھنا ہی کیا یہ لفظ تو بہت سے علماء کے لئے اجنبی ہوگا۔ دنیا کی سب سے بہترین قوم کی تاریخ کے بارے میں بالکل واقفیت نہیں ہے اسلامی تاریخ پر کتب کو نصاب میں جگہ دینی چاہئیے۔ خصوصاً صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے دور کی تاریخ اور پھر اس کے بعد سے لے کر آج تک مسلمانوں نے کیا کھویا اور کیا پایا اسے سبقاً پڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں سید علی میاں مرحوم کی تاریخ دعوت وعزیمت سے بہتر شاید ہی کوئی کتاب ہو۔ آخری دو برسوں میں درس حدیث کے دوران تمام علمی بحثوں کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور حدیث پاک کو صرف فقہی تناظر میں نہ پڑھایا جائے۔ ہمارے مدارس میں لسانیات کا مستقل شعبہ کسی بھی جگہ قائم نہیں اسے قائم کیا جانا چاہئیے۔ دنیا کی مشہور زبانوں سے بھرپور واقفیت کرائی جائے تاکہ پوری دنیا میں بسنے والے انسانوں کو اسلام کی دعوت انکی اپنی زبان میں دی جائے۔ انٹرنیٹ کا بڑھتا ہوا استعمال ارباب مدارس سے متقاضی ہے کہ اس محاذ پر بھی صف بندی کی جائے ہر مدرسے کی اپنی ویب سائٹ ہو جو معلوماتی ٹیکنالوجی کی اس دنیا میں اسلام کی دعوت اور تعلیمات کو عام کر سکے۔

آغا غیاث الرحمٰن انجم

منافقت..... دشمنانِ اسلام کا مہلک ہتھیار

ہمارے ہاں ابن الوقت، موقع شناس ،تفرقہ باز، بے ضمیر و بے اصول اور پیشہ ور سیاستدانوں، مولویوں، ذاکروں، مجتہدوں اور لکھاریوں کا وطیرہ، مشغلہ، نفع بخش کاروبار اور بلیک میلنگ کا ذریعہ بن چکا ہے۔ یہ لوگ فرقہ پرستی کے نقصانات بتاتے۔ دوسروں کو اس سے بچنے کی تلقین رات دن کرتے رہتے ہیں۔ لیکن خود ہر قسم کے سیاسی، مذہبی، مسلکی، لسانی اور علاقائی نفرت وتفرقے کا نہ صرف شکار ہیں بلکہ موقع ملنے پر اس کا پرچار کرتے ہی رہتے ہیں۔ یہ قول ان پر صادق آتا ہے ''اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت''

اس بیماری کا پوری دیانت وتفصیل کے ساتھ تجزیہ کیا جائے۔ تو اس کا سبب منافقت اور تضاد بیانی.... اور اس کا نتیجہ تفرقہ بازی ہے۔ تازہ مثال اس نفاق وتضاد کی۔ پروفیسر حسن عسکری کے دو مضامین ہیں جو ''روزنامہ دن لاہور'' کی 15 اپریل، 16 مئی کی اشاعتوں میں یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں۔ ایک کا عنوان۔ ''فراتِ ذھنِ مسلماں پہ تشنہ لب ہے حسینؓ''۔ اور دوسرے کا ''فرقہ واریت..... دشمن اسلام کا مہلک ہتھیار'' ہے۔ موصوف کے اول الذکر مضمون پر میں نے گرفت کی تھی۔ لیکن اخبار مذکور نے اس کا جواب شائع نہیں کیا۔

اپنے پہلے آرٹیکل میں موصوف لکھتے ہیں۔ ''ظاہر ہے کہ حسینؓ کا وجود نبی اکرم ﷺ کے وجود سے ہے۔ اور حضور ﷺ کا نام۔ اور پیغام۔ اسلام کی بقا اور عالم اسلام کا وجود حسینؓ کے دم سے ہے''۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کا نام نامی۔ آپ کی ذات گرامی آپ کا پیغام۔ اسلام کی بقا اور صحابہ کرامؓ واھل بیت عظام، اولیائے اطہار عالم اسلام اور اہل اسلام واہل ایمان کا وجود خالق کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ کے بعد صرف اور صرف حضو پر نور ﷺ کے دم سے ''ہی'' ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی ذات اور کام کسی انسان کا محتاج نہیں۔ صحابہ واہلبیت رضوان اللہ علیھم اجمعین اور اہل ایمان کی دین کے ساتھ وابستگی، ان کا شرف، وقار، اعزاز، افتخار اور نام دنیا وآخرت میں کامیابی اور کامرانی بلکہ تمام بنی نوع انسان کی فلاح۔ خیر اور نجات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرہونِ منت ہے۔ کسی اور کی احسان مند نہیں۔ اور یہی تمام اہلِ ایمان کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''یہ حقیقت ثابت ہے۔ کہ اللہ کا احسان ہے۔ مومنوں پر کہ اس نے (آخری) رسول (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو) ان کے بیچ مبعوث کر دیا۔'' (سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۴۶)

ہاں! یہ ضرور ہے۔ کہ جو شخص یا طبقہ آپ ﷺ کے ساتھ وابستہ ہوا۔ اور اس نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ اور دینِ مصطفٰی پر قربان کر دیا۔ اس کو نام بھی ملا۔ اور مقام بھی۔ بلکہ اسے ابدی زندگی اور لازوال شہرت نصیب ہوگئی۔

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں۔انہیں مردہ مت کہو۔وہ تو زندہ ہیں۔لیکن تم کو اس کا شعور نہیں''(سورۃ البقرہ۔آیت ۱۵۴) بقولِ شاعر

زندہ ہو جاتے ہیں۔ جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

رہی بات خلافت سیدنا امیر معاویہ سلام اللہ علیہ کی تو اسے ''ہوس اقتدار'' کا نتیجہ کہنا۔ایک عظیم صحابیؓ رسول کی شان میں گستاخی اور بدترین قسم کی تفرقہ بازی و نفرت انگیزی۔۔نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت امیر معاویہؓ سلام اللہ علیہ تو وہ خوش نصیب صحابی رسول ہیں کہ ان کی ولایت۔سلطنت اور اقتدار و حکومت پر نص قطعی بھی موجود اور ان کی خلافت و حکومت کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں بھی موجود ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاویہؓ کو امت کے لئے ہادی و مہدی کا لقب عطا فرمایا۔اور یہ کہ سیدنا معاویہؓ کا سیدنا علی سے اختلاف تو دم عثمانؓ کا تھا اس لئے کہ حضرت عثمانؓ کے ولی آپ ہی تھے۔اور حضرت عثمانؓ انتہائی مظلومی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے۔سیدنا معاویہؓ قاتلانِ عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے طلب کرتے تھے کہ ان سے قصاص لیں لیکن سیدنا علیؓ بیعتِ خلافت کا مطالبہ کر رہے تھے۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ تھا کہ ''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جو خلیفۂ رسول اور جید صحابی، دامادِ نبی ذوالنورین سخاوت و شرافت کے منبع انتہائی بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔ان کو مظلومی کے عالم میں ذبح کر دیا گیا اور ان کے ورثاء میرے پاس انصاف کیلئے فریاد لے کر آئے ہیں اور قاتلانِ عثمان آپ کی فوج اور سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں شامل ہیں جن میں حکیم بن جبلہ اور اشتر نخعی سرِ فہرست ہیں، آپ یا تو خود اُن قاتلوں کو گرفتار کریں یا پھر انہیں میرے حوالے کریں۔میں خود قاتلانِ عثمان سے قصاص لے لوں گا''۔اس کے مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ان حالات میں جب کہ میری حکومت مضبوط نہیں ہوئی ایسا نہیں کر سکتا، پہلے آپ خلافت کی بیعت کر لیں پھر یہ ممکن ہو سکے گا۔کہ جب بھی سیدنا علی نے سیدنا عثمانؓ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کوشش کی تو وہ بلوائی جن کی خباثت او ربغاوت سے ایک تقدس مآب شخصیت شہید ہوگئی اور وہ تمام لوگ یہ عملِ بد کر لینے کے بعد سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے وہ سارے سارے بیک زبان کہہ اٹھتے کہ ہم تمام قاتلانِ عثمان ہیں۔اس قصاصِ عثمانؓ کی کشمکش نے طول پکڑا، اس کے نتیجے میں جنگِ جمل اور جنگِ صفین کی شکل میں اسلام کے دو بڑے لشکر دوبار آمنے سامنے آ گئے،سبائیوں کی سازش، یہود و مجوس کی چال سے تاریخ اسلام کی دو خوفناک جنگیں لڑی گئیں جن بدولت نوے ہزار مسلمان تہہ تیغ آ گئے۔ اور سیدنا علیؓ کو اپنے بڑے صاحبزادے اور جانشینِ خلافت سیدنا حسن سلام اللہ علیہ کے سامنے وہ تاریخی جملہ کہنا پڑا کہ ''کاش میں آج سے بیس سال قبل مر چکا ہوتا''، جنگِ جمل اور جنگ صفین کا وہ خونین ماحول انہی سبائیوں کی بدولت منظر

عام پر آ یا۔ پھر امت نے اجتماعی فیصلہ کیا جسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دل و جان سے قبول فرمایا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک علاقہ تسویب کر دیا۔ اور سیدنا حسن کو نصیحت فرمائی کہ "حضرت معاویہؓ سے کبھی جنگ نہ کرنا" اور وقت آنے پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت اسلامیہ کی باگ ڈور سیدنا معاویہ کے سپرد کر دی اور فرمایا کہ "میں نے اپنے نانا جان سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے سن رکھا ہے کہ عنقریب معاویہ کو حکومت ملنے والی ہے"۔

حضرت ابن عباسؓ نے رات کی گفتگو میں ایک دفعہ فرمایا کہ آج میں تمھیں ایک بات سناتا ہوں۔ نہ تو وہ ایسی پوشیدہ ہے نہ ایسی علانیہ حضرت عثمان کے ساتھ جو کچھ کیا گیا۔ اس وقت میں نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا۔ کہ آپ یکسوئی اختیار کر لیں۔ واللہ! اگر آپ کسی پتھر میں بھی چھپتے ہوئے ہوں گے۔ تو نکال لئے جائیں گے۔ لیکن انہوں نے میری نہ مانی۔ اب ایک اور سنو۔ خدا کی قسم معاویہؓ تم پر حاکم ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے۔ جو مظلوم مار ڈالا جائے ہم اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دیتے ہیں۔ پھر انہیں قتل کے بدلے میں قتل میں حد سے نہ گزرنا چاہیئے"۔ اور پھر رسول مقبول ﷺ، نے سیدنا امیر معاویہؓ کے حق دعائیں فرمائی ہیں۔

۱۔ اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب کا علم سکھا۔ ۲۔ اے اللہ معاویہؓ شہروں میں حکومت عطا فرما۔ ۳۔ اے اللہ معاویہؓ کو عذاب سے محفوظ فرما۔ ۴۔ اے اللہ معاویہؓ کو امت کے لیے ہدایت والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔

سواد اعظم اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ کہ حضور پر نور ﷺ کی ہر دعا قبول ہے۔ اور اسی دعائے رسول مقبول ﷺ کا اثر ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ۱۔ کاتب وحی و کاتب قرآن بنے ، ۲۔ چالیس برس مسند خلافت و اقتدار پر رونق افروز ہوئے۔ ۳۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت معاویہؓ کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری دعا بھی قبول ہے۔

اس سلسلے میں مزید تفصیل میں جانے بغیر میں مانتا ہوں۔ کہ پروفیسر حسن عسکری کاظمی صاحب کو اپنے مذہب و مسلک کے مطابق بات کرنے کا حق ہے۔ لیکن انہیں یا کسی بھی مذھب و مسلک والے کو یہ حق ہرگز نہیں۔ کہ وہ اشاروں۔ کنایوں۔ استعاروں۔ جلی۔ خفی طریقوں سے، قرآن کریم کے مقابلے میں تاریخ کی جعلی کتابوں کے سہارے دوسروں کے مقتداؤں اور پیشواؤں کی توہین کرے۔ اور ان کے کفن نوچے۔ حضرت امیر معاویہؓ عظیم صحابیؓ رسول، کاتب وحی۔ اور اسلامی بحریہ کے بانی ہیں۔ لہٰذا قلم اور زبان سنبھال کر ہی بات کرنا ہوگی۔

پروفیسر صاحب نے یہ حرکت کیسے کر ڈالی۔؟

اپنے دوسرے مضمون میں پروفیسر صاحب نے قلم کی ابکائی کرتے ہوئے ماضی کے کچھ سیاسی حالات پر مجملاً خامہ فرسائی کی ہے۔ اور بتانا چاہا کہ ہمارے معاشرے میں ہیروئن کا نشہ اور کلاشنکوف کا استعمال ضیاء الحق کی پیداوار ہیں۔

ہمیں اس بات پر افسوس ہے کہ ایک جدید تعلیم یافتہ شخص اتنا بے خبر کہ اسے یہ معلوم نہیں کہ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات،

لسانی، مذہبی اور صوبائی تعصبات کو ہوا دینا ہر حکومت کی ضرورت ہوتی ہے اور ہماری بدقسمتی ہے کہ انگریز کی باقیات میں یہ تحفہ بھی چلا آ رہا ہے کہ لوگوں کو اپنے ان معاملات میں الجھائے رکھو، خود حکومت کرو۔ ضیاء الحق کیا، شروع سے لے کر آج تک کون سا حکمران آیا ہے جس نے عوام کو سُکھ کا سانس لینے دیا۔؟ کس دور میں کسے چین نصیب ہوا؟ اپنے وطنِ عزیز کی ترپن سالہ تاریخ کا مطالعہ کر لیجیے روزِ روشن کی واضح ہو جائے گا کہ یہاں حکومتی محلات میں کیا کیا ہوتا رہا ہے اور کیا کیا ہو رہا ہے۔ ایک ضیاء الحق نہیں تمام لوگوں کا احاطہ کیجیے ورنہ ہم یہی سمجھیں گے کہ آپ کانے کی آنکھ سے دلّی دیکھ رہے ہیں۔ ضیاء الحق دشمنی میں آپ غلام محمد گورنر جنرل، خواجہ ناظم الدین، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان، بھٹو، ضیاء الحق، بے نظیر، نواز شریف، اور موجودہ سربراہ صدر مشرف، اور اس دورانیے میں جو لاتعداد سربراہانِ مملکت جو انتہائی کم وقت کے لئے نام لکھوانے آئے اور چلے گئے۔ ان سب نے ملک و ملت کے لئے کیا کارنامے سرانجام دئے ہیں۔؟ سچ کہنے کیلئے جرأتِ رندانہ درکار ہوتی ہے۔ نہ کہ پروفیسری۔

تبدیلی فون نمبر

دفتر مجلس احرار اسلام جامع مسجد چیچہ وطنی
کا فون نمبر تبدیل ہو گیا ہے۔ احباب نوٹ فرما لیں۔

611675

نیا فون نمبر 482253

افتتاح مدرسہ بستانِ عائشہ

الحمد للہ مدرسہ معمورہ ملتان کی شاخ مدرسہ معمورہ مسجد طوبیٰ دہاڑی روڈ ملتان میں طالبات کی تعلیم کیلئے مدرسہ بستانِ عائشہ قائم کر دیا گیا ہے۔ ☆ ایک قابل معلمہ کو تعینات کر کے تعلیمِ قرآن کریم کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

☆ محترم سید محمد کفیل بخاری نے ۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۴ جون ۲۰۰۱ء کو مدرسہ کا باقاعدہ افتتاح کیا اور بعد العصر طلبا و طالبات اور علاقہ کے مسلمانوں سے خطاب فرمایا

منجانب: مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان (فون: 061-511961)

مولانا محمد سلیمان کیلانی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار تھا۔ آپ کی والدہ کا نام رملہ بنت وقعیہ غفاریہ تھا۔ بعض لوگوں نے آپ کا نام بریر بھی لکھا ہے لیکن پہلا نام صحیح ہے، کنیت ابوذرؓ تھی۔

سکونت: میدانِ بدر کے قریب مدینہ منورہ کی راہ میں 'صفرا' نامی ایک بستی تھی، یہی آپ کا مسکن تھا۔ آپ کے قبیلہ کی رہائش دو پہاڑوں کے درمیان تھی جن میں سے ایک پہاڑی کا نام مسلح تھا اور دوسری کا نام مخذیٰ۔۔۔ آنحضرت ﷺ جب بدر کی طرف آ رہے تھے، ان پہاڑوں کے قریب پہنچے تو ان کا نام پوچھا۔ لوگوں نے ان کے نام بتائے تو آپ کو ان کے نام پسند نہ آئے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: یہاں کون سے قبیلے آباد ہیں تو آپ کو بتایا گیا کہ یہاں دو قبیلے آباد ہیں، ایک کا نام نار (آگ) ہے اور دوسرے کا نام بنی حراق (جلنا) ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: یہ کس قبیلے کی شاخیں ہیں تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ بنوغفار کے قبیلے ہیں۔ پھر آپ نے اس راستے سے گزرنا مناسب نہ سمجھا اور 'صفرا' بستی کی دائیں جانب سے ہو کر گزر گئے۔

پیشہ: آپ کے خاندان کا پیشہ تو ڈاکہ زنی تھا لیکن آپ ابتدا ہی سے اس پیشہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے۔ آپ ایامِ جاہلیت میں بھی عبادت گزار تھے۔ چونکہ آپ کا قبیلہ اس شاہراہ پر آباد تھا جو یمن سے لے کر شام تک چلی گئی تھی اور اسی شاہراہ پر عرب کے تمام تجارتی قافلے آیا جایا کرتے تھے۔ لہٰذا جب آنحضرت ﷺ نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تو بہت جلد آپ کی خبر آنے جانے والوں کے ذریعے بنوغفار میں پہنچ گئی۔

حلیہ: آپ کا قد لمبا، نحیف و کمزور تھے۔ رنگ گندم گوں اور نقش تیکھے تھے۔ حضرت ابوذرؓ کا بھائی انیس مکہ مکرمہ آ رہا تھا۔ عمرو بن عبسہ آپ کے اخیافی بھائی ہیں۔ آپ نے انیس سے کہا: سنا ہے، ایک آدمی نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے، ذرا اس سے ملاقات کر کے پورے حالات کا پتہ کرتے آنا۔ جب آپ کا بھائی مکہ مکرمہ سے واپس پہنچا تو آپ نے دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ قریش میں سے محمد (ﷺ) نامی ایک شخص اپنے آپ کو خدا کا رسول کہتا ہے۔ میں نے جب اس سے ملاقات کی تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جانو، اس کا کوئی شریک نہیں، بتوں کی عبادت چھوڑ دو، کسی کو تکلیف نہ دو، برے کام نہ کرو اور خدا کی عبادت کرو اور خلقِ خدا کی خدمت کرو۔ آپ نے فرمایا: کچھ اس سے آگے بھی تو بتاؤ تو اس نے کہا: میں اس سے آگے کچھ نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے میرے دل کو مطمئن نہیں کیا میں خود مکہ مکرمہ جا کر حالات دریافت کروں گا۔ چنانچہ کچھ زادِ راہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف پورے قریش میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ چلی ہے۔ حالات اتنے نازک تھے کہ آپ کے متعلق کسی سے کچھ پوچھنا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ آپ نے کسی سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور خانہ کعبہ میں آ کر بیٹھ رہے کہ شائد کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ خود بخود آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہو جائے اور کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سارا دن گزر گیا لیکن مقصود کو نہ پہنچ سکے۔

چونکہ بنو ہاشم خانہ کعبہ کے متولی تھے اور اس وقت محمد ﷺ کے چچا ابوطالب اس منصب پر فائز تھے لہٰذا رات کو خانہ کعبہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے حضرت علیؓ سب سے پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مسافر بیٹھا ہے۔ اس سے پوچھا: تم مسافر ہو؟ ابوذرؓ نے کہا: ہاں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ آپ حضرت علیؓ کے ساتھ چلے گئے۔ رات کو کھانا اور ٹھکانا دونوں مل گئے۔ صبح پھر خانہ کعبہ میں آ گئے۔ پھر سارا دن گزر گیا لیکن گوہرِ مراد ہاتھ نہ آیا۔ دوسری رات پھر حضرت علیؓ نے دیکھا کہ وہی مسافر آج بھی بیٹھا ہے۔ پوچھا کیا مسافر کو اپنی منزل نہ ملی۔؟ کہنے لگے: نہیں۔ وہ پھران کو اپنے ساتھ لے گئے اور حسب سابق مہمان کا حق ادا کیا لیکن دونوں راتیں بالکل خاموشی سے گزریں۔ نہ تو حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کس کام کے لئے آئے ہو اور نہ ہی حضرت ابوذرؓ نے ان سے کچھ کہا۔ تیسرے روز پھر خانہ کعبہ میں چلے آئے اور پھر سارا دن گزر گیا۔ تیسری رات حضرت علیؓ نے دیکھا کہ وہی مسافر بیٹھا ہے، کہنے لگے: کیا ابھی بھی منزل کا نشان نہیں ملا؟ کہنے لگے: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: آؤ پھر میرے ساتھ چلو، چنانچہ وہ آپ کے پیچھے ہو لئے۔ راستہ میں حضرت علیؓ نے پوچھا: آپ کس مقصد کے لئے یہاں آئے ہیں؟ تو حضرت ابوذرؓ نے کہا: اگر راز داری کا وعدہ کریں تو عرض کروں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ وعدہ ہی سمجھو۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا: ''میں نے سنا ہے کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ان کا پتہ کرنے آیا ہوں، اگر آپ کچھ جانتے ہوں تو میری رہنمائی کریں۔'' حضرت علیؓ نے کہا: میں ان کو بڑی اچھی طرح جانتا ہوں، آپ میرے ساتھ آ جائیں، میں آپ کو ان کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔

راستہ کی احتیاط: حضرت علیؓ نے کہا: نبی اکرم ﷺ اور ان کے متبعین آج بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ قریش کی دشمنی حد سے زیادہ بڑھ چکی ہے، تم نے بہت اچھا کیا جو کسی سے آنحضرت کے متعلق نہ پوچھا ورنہ لوگ تمہیں بھی پیٹ دیتے۔ اب بھی ذرا احتیاط سے آنا۔ تم میرے پیچھے اتنے فاصلے پر آؤ کہ اگر کوئی راستہ میں مل جائے تو اسے یہ گمان نہ ہو کہ تم میرے پیچھے آ رہے ہو۔ اگر راستہ صاف ہو تو خیر، وگرنہ خدا نخواستہ کوئی راستہ میں مل گیا تو میں اس طرح جوتا اتار کر صاف کرنے لگوں گا جیسے کوئی کنکر وغیرہ جوتے میں آ گیا ہو اور اتنے میں تم سیدھے نکل جانا، میرے پاس نہ ٹھہرنا۔''

بارگاہِ نبوت میں حاضری: بالآخر اسی احتیاط سے چلتے ہوئے آپ بارگاہِ نبوت میں پہنچ گئے۔ چہرۂ انور دیکھتے ہی فوراً بول اٹھے: ھذا الوجہ لیس بکذاب (یہ مبارک چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہوسکتا) پھر گفتگو شروع ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے اسلام کی دعوت پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ: ''اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھو، وہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اچھے کام کرو، نیکی پھیلاؤ، برائی سے بچو اور برائی سے لوگوں کو روکو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو تھوڑا سا قرآن سنایا۔ اس کے بعد انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔۔۔ آپ پانچویں مسلمان تھے۔

آنحضرت ﷺ کی نصیحت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوذرؓ! اس وقت اسلام بڑے سخت دور سے گزر رہا ہے۔ مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ ہماری تعداد اس وقت بہت تھوڑی ہے۔ ہماری حمایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ کفار بدکردار کے دل میں جو آتا ہے، کر گزرتے ہیں اور جتنا کسی کو چاہتے ہیں، مارتے پیٹتے ہیں۔ لہٰذا تم اپنے ایمان کو ظاہر نہ کرو۔ اور چپ چاپ اپنے قبیلے میں چلے جاؤ۔ وہاں جا کر اسلام کی تلقین کرو جو قرآن تم نے مجھ سے سیکھا ہے، یہ لوگوں کو سکھاؤ۔ جب اسلام کا بول بالا ہو جائے، مسلمانوں کی تعداد بڑھ جائے، اس وقت میرے پاس چلے آنا۔''

ایمان کی حرارت: آپ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو سنا اور عرض کیا: حضور میں یہاں سے چلا جاؤں گا، اپنے قبیلہ میں رہوں گا، اسلام کی تلقین کروں گا اور جب اسلام کا غلبہ ہو گا اس وقت حاضرِ خدمت ہوں گا لیکن آپ اپنے حکم میں تھوڑی سی تبدیلی کر لیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ خانہ کعبہ

میں جا کر ایک دفعہ بلند آواز سے لوگوں کو قرآن سناؤں، اس کی اجازت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: مار کھاؤ گے، خاموش رہو۔ کہنے لگے: آج واقعی مار کھانے کو دل بے قرار ہے۔۔۔ چنانچہ آپ نے اجازت دے دی۔

قریش کے مجمع میں قرآن کی آواز بلند ہوئی! حضرت ابوذرؓ کاشانۂ نبوت سے نکل کر سیدھے خانہ کعبہ پہنچے۔ قریشی سردار اور نوجوان سبھی دارالندوہ میں بیٹھے تھے کہ یک لخت قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔ سانپ کی طرح بل کھا گئے اور خانہ کعبہ میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک نوجوان قرآن پڑھ رہا تھا، اس پر ٹوٹ پڑے۔ مار پیٹ کے نتیجہ میں لباس تار تار ہوا اور چہرہ گلنار۔ جسم کا بند بند درد سے چیخ اٹھا لیکن اس بندۂ مومن کی زبان اور لب قرآن کی تلاوت میں مصروف رہے۔ کہیں سے حضرت عباس بن عبدالمطلب آ پہنچے تو ان کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کہ یہ تو بنوغفار کا آدمی ہے۔ یہ تمہارا تجارتی راستہ بند کر دیں گے اور بھوکے مر جاؤ گے۔ بہر حال انہوں نے چھڑا دیا۔ بارگاہِ نبوت میں پہنچے، لباس اور جسم خون آلود اور دل ایمانی قوت سے بھرا ہوا تھا۔ لباس تار تار اور جسم داغدار تھا۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: میں نے نہ کہا تھا کہ خاموشی سے نکل جاؤ۔ اب پتھر گرم کر کے جسم پر ٹکور کرو۔ عرض کیا۔

ہر بن موزخم شدہ پنبہ کجا کجا نہم!

اور ساتھ ہی عرض کیا: یا حضرت ﷺ! ابھی دل کے ارمان پوری طرح نہیں نکلے، کل کے لئے پھر اجازت مرحمت فرمائیں۔ چنانچہ ان کا شوق دیکھ کر رسالت مآب ﷺ نے پھر اجازت دے دی۔

دوسرا دن: کل کی نسبت آج کچھ ایمان سوا تھا۔ اسلام کی اس خار دار وادی میں قدم بے دھڑک اٹھنے لگے۔ دل کا سوز اور زبان کا جوش دونوں اپنی جوانی پر تھے۔ کل کی مار خدا ہی جانے اس اسلام کے دیوانے کو کتنے مراحل طے کرا گئی تھی۔ آج سیدھے دارالندوہ ہی پہنچے۔ جہاں قریشی سرداروں اور نوجوانوں کا جمگھٹا رہتا تھا۔ جسم پر وہی کل والا خون آلود اور تار تار لباس تھا۔ جگہ جگہ جسم پر نئے نئے زخم لگے ہوئے تھے لیکن چال میں ایک وقار تھا اور گلے میں سوز۔۔۔ قرآن کے الفاظ، لہجہ عربی اور دل ایمان سے معمور، فضا میں قرآن کی آواز بلند ہوئی اور وہ آواز جو مؤمنوں کے کانوں میں رس گھولتی تھی، کفار اشرار کے کانوں میں زہر گھول گئی۔ بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور فضاء میں دو آوازیں برابر سنائی دیتی رہیں۔ ایک قرآن کی آواز اور دوسری مار پیٹ اور گالی گلوچ کی آواز۔ آج جسم پہلے کی نسبت خوب لہولہان ہوا تھا۔ دل کی حسرتیں پوری ہو گئیں۔ شاداں و فرحاں قرآن پڑھتے گئے۔ آج پھر حضرت عباسؓ کو پتا چلا تو آپ دارالندوہ میں آئے۔ ان کو چھڑایا اور قریش کو کہا: خدا تمہارا برا کرے، اگر تمہاری تجارت بند ہو گئی تو کتنے دن جیو گے۔ اپنی شاہ رگ پر چھری نہ رکھا کرو۔ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارا جسم لہولہان تھا۔ آج دل مطمئن تھا، طبیعت سیر ہو چکی تھی اور اس مار کے دوران خدا ہی بہتر جانے، آپ کو کتنے راز منکشف ہوئے۔

کفر اور ایمان کا مزاج: ذرا غور کرو کفر کتنا ڈرپوک اور بزدل ہے اور ایمان کتنا جری اور دلیر۔ یہ ایک ہی شخص کی زندگی کے دو نمونے ہیں۔ صرف ایک دن پہلے طبیعت پر کفار کا اتنا خوف مسلط ہے کہ کسی سے ڈر کے مارے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھتے تک نہیں۔ مبادا کوئی تکلیف نہ پہنچے اور دوسرے دن جب مسلمان ہو گئے تو اتنی جرأت پیدا ہو گئی کہ طبیعت بے اختیار ہونے لگی اور اس کا انجام؟۔۔۔ اس سے بالکل بے پرواہ ہو گئی۔

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

واپسی: رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں چند روز رہنے کے بعد اپنے قبیلہ میں واپس آ گئے اور جو حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، اس کی تعمیل میں دن رات کوشاں رہے۔ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے قبیلے کے کئی آدمی مسلمان ہو کر بارگاہِ نبوت میں پہنچتے رہے اور اس ایمانی شان سے پہنچتے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بے اختیار دعا نکل جاتی: **بنو غفار غفر اللہ لھا** (بنوغفار کو اللہ معاف کرے) لیکن وہ سراپا عشق و سرمستی خود پورے سترہ سال مہجوری کی بھٹی میں پڑے رہے اور خالص کندن بن کر دمکے اور جگمگائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: جب اسلام کا بول بالا ہو جائے، اس وقت میرے پاس آنا۔ پھر ابوذرؓ خندق کے بعد حاضرِ خدمت ہوئے۔

ابوذرؓ کون تھے؟: رسول اللہ ﷺ نے آج سے تیرہ سال پہلے ان کے دل میں ایمان کا بیج بویا تھا، آج وہ ایک تناور درخت بن چکا تھا، اس کے پھل پک کر تیار ہو چکے تھے۔۔۔ ابوذرؓ کون تھے؟ اس پوری دنیا میں ایک غریب الدیار، ایک مسافر جس کی نگاہوں میں دنیا کی بے ثباتی اور دل میں دنیا سے بے رغبتی کا ایک لازوال تصور تھا۔ وہ ابوذرؓ جس کے خاندان کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا، وہ آج دنیائے انسانیت کا تاجدار تھا۔ غریبوں، تنگدستوں محتاجوں، یتیموں، اور بیواؤں کی دستگیری کرنے والا، جو ہاتھ میں آئے غریبوں پر خرچ کر دینے والا اور دوسروں کے پاس جائز ذرائع سے پیدا شدہ حلال کی دولت بھی دیکھ کر ان سے الجھ جانے والا، کہ اس دولت کو اپنے پاس رکھتے ہی کیوں ہو۔ اس ساری دولت کو غریبوں پر خرچ کر دو۔ تاکہ دنیا میں کوئی آدمی غریب نہ رہے۔

سارے جہاں کا درد ہمارے ہی دل میں ہے!

سورج کی کرنیں: صحابہ کرام کی ایک ہی جماعت میں آپ مختلف رنگ دیکھیں گے۔ کوئی نرم مزاج، کوئی سخت گیر، کوئی امیر، کوئی غریب، کوئی بڑا کوئی چھوٹا لیکن جس کو بھی جس رنگ میں دیکھو گے، بے مثال پاؤ گے۔ خالدؓ بن ولید کی سپہ سالاری بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ اور معزولی کے وقت **سمعا و طاعة للامیر** (ہم نے امیر کا حکم سنا اور سر خم کر دیا) کہنا بھی مثالی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی دولت مندی بھی مثالی ہے لیکن مزاج کا فقر بھی اپنی مثال آپ ہے جن کو مصعب بن عمیرؓ اور حمزہؓ بن عبدالمطلب کی غریبی اور ناداری قابلِ رشک معلوم ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے سخت کلمہ نکل جانا اور پھر اس کی معافی مانگنا بھی یاد ہے۔ اور ابوبکرؓ کا باوجود مطالبے کے انتقام نہ لینا بھی تاریخ میں ہیرے کی طرح جگمگاتا رہے گا۔ بہر حال صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ ساری کیفیتیں رسول اللہ ﷺ کی تربیت ہی کا نتیجہ تھیں۔ کوئی کسی رنگ میں رنگا گیا اور کوئی کسی میں...... ابوذرؓ پر یہ رنگ چڑھا تھا ؎

ایک پہلو یہ بھی ہے اسلام کی تصویر کا

ابوذرؓ کا مقام: حضرت ابوذرؓ جتنی دیر بعد آئے، اتنے ہی درست آئے۔ سارا گھر خدام نبوت میں شامل ہو گیا۔ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لگ گئے۔ بیوی امہات المومنینؓ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ صدقہ کے اونٹ کچھ جمع ہو چکے تھے۔ رسالت مآب ﷺ نے پوچھا: صدقہ کے اونٹ کون چرائے گا؟ حضرت ابوذرؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے نگاہ بھر کر دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ سترہ سال کی طویل جدائی کے بعد ملے ہو تو اب پھر جدا ہونے کو دل چاہ رہا ہے۔ عرض کیا: حضرت میرا بیٹا اونٹ چرائے گا۔ اگر کاشانہ نبوت کی گلہ بانی نصیب ہو جائے تو تاجِ خسرو سے سوا ہے۔ بہر حال ان کے بیٹے ذر بمعہ اپنی بیوی لیلٰی کے اونٹ لے کر چراگاہ میں آ گئے۔ یہ چراگاہ مدینہ منورہ کی مشہور چراگاہ غابتہ تھی جو کہ مدینہ منورہ سے شمال کی طرف تین چار میل کے فاصلہ پر تھی۔ انہی اونٹوں میں خود رسول اللہ ﷺ کے ذاتی اونٹ بھی

شامل تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کی مشہور زمانہ اونٹنی قصواء بھی انہی میں تھی۔

عینیہ بن حسن بن حذیفہ بن بدر کو پتہ چلا کہ مدینہ کی چراگاہ میں مسلمانوں کے بہت سے اونٹ چرتے ہیں اور رکھوالہ صرف ایک آدمی ہے۔ وہ بنوغطفان کی ایک جماعت لے کر چراگاہ پر حملہ آور ہوا۔ چرواہے (ذرؓ) کو قتل کر دیا، اس کی بیوی لیلیٰ کو اٹھا لیا اور اونٹ ہانک کر لے گیا۔ چراگاہ سے نکلتے ہی سلمہؓ بن اکوع نے اسے دیکھ لیا کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے جا رہا ہے۔ سلمہ بڑے بلند آواز تھے۔ ایک پہاڑی پر چڑھ کر بلند آواز سے مدینہ کی طرف منہ کر کے پکارا کہ جلدی آ جاؤ غطفانی حملہ کر کے اونٹ لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی آواز مدینہ کی پہاڑیوں سے ٹکرا کر گونجنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر لے کر تعاقب کیا۔ اونٹ چھڑا لئے اور غطفانیوں کا مال غنیمت لے آئے، لیلیٰ بھی واپس آ گئیں۔

مدینے پہنچ کر لیلیٰ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں قید کے دوران آپ کی اونٹنی قصویٰ پر سوار رہی ہوں، میں نے نذر مانی تھی کے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اونٹنی پر نجات دی تو میں اس کو خدا کی راہ میں ذبح کروں گی، اب کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس کو بہت برا بدلہ دیا وہ تو تجھے بچائے اور تو اس کو ذبح کرے اور پھر یہ بھی تو دیکھو کہ یہ میری اونٹنی ہے تمہاری نہیں، اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو، اس کی نذر ماننا کوئی حقیقت نہیں رکھتا...!!

ملازمت نبوی: جنگ خندق کے بعد حضرت ابوذرؓ تمام جنگوں میں ہمرکاب رہے دن رات آپ کی صحبت میں رہتے پھر ایک روز ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری ہونے لگی اور یہ جنگ تھی غزوہ تبوک جو کہ ۹ ہجری میں پیش آئی اس جنگ کا پس منظر یہ تھا کہ ہرقل نے مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ سن لیا اور خوف زدہ ہو کر جنگ کی تیاری کرنے لگا کہ کہیں ہم پر مسلمان حملہ نہ کر دیں۔ ادھر آنحضرت ﷺ کو جب شاہِ روم کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ نے بجائے اس کے کہ اس حملے کا انتظار کرتے اس کے ملک میں اس کی مدافعت کرنا زیادہ مناسب سمجھا اب صورت حال یہ تھی کہ دشمن کی فوج ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اور وہ بھی تربیت یافتہ فوج، سفر نہایت دور دراز کا تھا موسم انتہائی گرم تھا باغوں کے پھل پکے ہوئے تھے، اور پچھلا ذخیرہ خوراک ختم ہو چکا تھا اور سفر پر جانے سے آئندہ کا پھل ضائع ہو جانا یقینی تھا یہی وجہ تھی کہ اس لڑائی کا نام **جیش العسرۃ** (تنگدستی کا لشکر) پڑ گیا۔

ایسے موقعؑ پر مومن مخلص ہی آنحضرت کے ہمرکاب نکل سکتے تھے۔ منافقوں سے اس کی کوئی توقع نہ تھی۔ منافقوں کی اکثریت تو مختلف بہانے بنا کر مدینہ منورہ سے نکل ہی نہ سکی، اور کچھ منافق ساتھ نکلے تاکہ یہ پتہ نہ چل جائے کہ سارے منافق پیچھے ہی رہ گئے ہیں، لیکن راستہ سے واپس ہونے لگے، کوئی ایک منزل سے کوئی دوسری منزل سے لیکن مخلص مسلمانوں میں کوئی آدمی بھی پیچھے نہ رہا، ماسوائے ان تین آدمیوں کے جن کو اللہ تعالیٰ کی مشیت نے ہی پیچھے رکھ لیا تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد تیس ہزار تھی، سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ کو روزانہ شام کو رپورٹ مل جاتی کہ اس منزل پر فلاں فلاں آدمی پیچھے رہ گیا ہے۔ تو آپ ﷺ فرماتے چھوڑ دو اس کو اگر اس میں کوئی بھلائی ہے تو وہ تم سے آ ملے گا اور اگر منافق ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے نجات بخشی۔

ابوذرؓ بھی پیچھے رہ گئے: پھر ایک دن یہ رپورٹ پیش ہوئی کہ ابوذرؓ بھی پیچھے رہ گیا ہے (جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا اونٹ کمزور اور لاغر تھا وہ تھک گیا تو آپ نے کچھ دیر ستانے کے لئے چھوڑ دیا، لیکن دوسرے دن تک سفر کے قابل نہ ہوا تو اسے جنگل ہی میں

چھوڑ دیا اور پالان اور سامان سر پر اٹھایا اور پیدل سفر کرتے ہوئے لشکر سے آ ملے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ بات کہی جو پہلے کہتے تھے کہ پھر ایک منزل پر آپ نے پڑاؤ کیا۔ تو کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کچھ گرد اڑتی نظر آ رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی آدمی آ رہا ہے۔ آپ نے دعا فرمائی (یا اللہ ابوذرؓ ہو) جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہنے لگے، اللہ کی قسم! وہ ابوذرؓ ہی ہیں تو زبان رسالت سے یہ الفاظ صادر ہوئے ''اللہ ابوذرؓ پر رحم کرے یہ خدا کی راہ میں اکیلا سفر کرتا ہے اور اکیلا ہی مرے گا اور قیامت کو اکیلا ہی اٹھے گا'' پھر تاریخ نے ثابت کر دیا کہ اس پیشن گوئی کا ایک ایک لفظ پورا ہوا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد: رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد ان کی طبیعت کچھ ایسی مجروح ہوئی کہ مدینے کی گلیاں اور بازار کاٹ کھانے کو دوڑتے۔ نبی کریم ﷺ سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز دیکھتے تو بے اختیار ہو کر روتے، اور اتنا روتے کے بے حال ہو جاتے آخر آپ کی بیوی ام ذرؓ اور دوسرے لوگوں نے بھی مشورہ دیا کہ آپ مدینہ منورہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جائیں۔ چنانچہ آپ شام کے علاقے میں چلے گئے۔

آپؓ کا مسلک اور اس میں پختگی: قرآن مجید میں ہے کہ (یسئلو نك ماذا ینفقون قل العفو) آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیں: تمہاری ضروریات سے جو زائد ہو وہ فی سبیل اللہ خرچ کر دو) اسلام کے ابتدائی عہد میں چونکہ غربت زیادہ تھی اس لئے حکم دیا گیا تھا کہ ضروری اخراجات کے بعد باقی جو بچے وہ غریبوں کو دے دیا کرو۔ لیکن بعد میں جب فراخی و رفاہیت کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے سونا چاندی پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض کر دی۔ باقی انتالیس حصے صاحب مال کو اللہ تعالیٰ نے دے دیئے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے اور باقی مال اپنے تصرف میں لاتے۔ لیکن ابوذر اپنے اسی پرانے مسلک پر سختی سے کاربند رہے اور جب دوسروں کو مسئلہ بتاتے تو بھی یہی کہتے کہ ضرورت سے بچ رہے وہ خدا کی راہ میں دے دو۔ اس بارے میں وہ اپنے سے بڑے صحابہؓ کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کرتے، نہ ہی فتویٰ اور تقویٰ کا فرق ملحوظ رکھتے۔ حالانکہ فتویٰ اور چیز ہے اور تقویٰ اور چیز ہے۔ حضرت ابوذرؓ غفاری اجلہ صحابہ کرام میں سے ہیں۔ بڑے عابد زاہد اور شب زندہ دار تھے پوری امت کے علاوہ صحابہ کرامؓ بھی ان کا احترام ملحوظ رکھتے اور ان کے مسلک کو لازمی نہ سمجھتے ہوئے بھی ان سے الجھنا پسند نہ کرتے۔

شام سے واپسی: شام سے واپس آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابوذر غفاریؓ امیر معاویہؓ کے پاس گئے۔ امیر معاویہؓ ان دنوں حضرت عثمانؓ کی طرف سے شام کے گورنر تھے۔ آپ کے پاس حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی تشریف فرما تھے ان دنوں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی وفات ہوئی تھی اور انہوں نے جتنی دولت اپنے ترکہ میں چھوڑی تھی اس کا ہر جگہ چرچہ تھا حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے حضرت ابوذر غفاریؓ کی موجودگی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی دولت کے متعلق سوال کیا۔ اور کہا کہ ''بتاؤ تمہارے خیال میں جو عبدالرحمٰن نے اتنی دولت اکٹھی کر رکھی تھی یہ صحیح ہے یا غلط، جائز تھی یا ناجائز؟'' حضرت ابوموسیٰ نے کہا کہ اگر حضرت عبدالرحمٰن اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر رہے ہوں تو پھر آخر ہرج کیا ہے ٹھیک ہے۔ یہ جواب چونکہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے مسلک کے خلاف تھا لہٰذا آپ اپنا عصاء اٹھا کر ان کو مارنے کے لئے دوڑے۔ امیر معاویہؓ نے بیچ بچاؤ کر کے ان کو بچا لیا، اور

پھر حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے۔ وہ صحیح نہیں تھا۔ اور جو آپ نے ایک نظریہ قائم کر لیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے اس معاملے میں آپ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اتفاق کریں اور پھر یہ سوچیں: اگر ساری دولت ہی دینا درست ہو تو زکوٰۃ اور زکوٰۃ کے تمام مسائل تو محض بے فائدہ ہو گئے۔ اس مسئلہ میں چونکہ امیر معاویہؓ سے اختلاف ہو گیا اور پھر یہ اختلاف بڑھتا گیا، لاآخر حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ جب تک تم شام میں ہو، خدا کی قسم میں شام میں نہیں رہوں گا۔ امیر معاویہؓ نے ساری کیفیت حضرت عثمانؓ کو لکھ کر بھیج دی۔ آپ نے ہدایت بھیجی کہ ابوذرؓ سے بالکل نہ الجھو۔ وہ ایک متقی بزرگ ہیں، ان کے احترام کو ملحوظ رکھو۔ لیکن چونکہ وہ قسم اٹھا چکے ہیں کہ جب تک تم یہاں ہو میں شام میں نہیں رہوں گا، لہذا ان کو میرے پاس مدینہ منورہ بھیج دو۔

حضرت عثمانؓ کا خط سن کر حضرت ابوذرؓ مدینہ واپس آ گئے۔ لیکن طبیعت میں وہی سادگی رہی۔ مدینہ منورہ میں بھی اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے، ہم آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں اور آپ کو اپنے لئے ایک مسلک منتخب کر لینے پر بھی حق بجانب سمجھتے ہیں لیکن جہاں تک اس مسئلہ کا عوام سے تعلق ہے، آپ کا دوسروں کو مجبور کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی آپ کو اس رائے کی تبلیغ کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

امیر المؤمنین کا نظریہ سمجھ کر حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے مدینہ سے باہر کسی جگہ سکونت کرنے کی اجازت دے دیں جہاں عوام مجھ سے نہ مل سکیں اور نہ میں ان کو تبلیغ کر سکوں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا کہ آپ 'ربذہ' چلے جائیں۔ ربذہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ تھی جہاں بالکل معمولی سی آبادی تھی لیکن اس زمانہ میں وہ بالکل بے آباد ہو چکی تھی۔

۳۱ یا ۳۲ ہجری میں حضرت ابوذرؓ مقام ربذہ میں بیمار پڑ گئے اور بیماری زیادہ بڑھ گئی تو پاس چونکہ ایک غلام اور ایک بیوی تھی۔ ان کو فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر خدانخواستہ ان کی وفات ہو گئی تو ان کے کفن دفن کا بندوبست کیسے ہو گا۔ چنانچہ آپ نے اس بات کو بھانپ لیا، کہنے لگے: جب میری موت ہو جائے تو میرے جنازہ کو رستے پر رکھ دینا مسلمانوں کا ایک قافلہ آئے گا، انہیں کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوذرؓ کا یہ جنازہ پڑا ہے، اسے دفن کرتے جاؤ۔

چنانچہ آپ کی وفات ہو گئی۔ بیوی اور غلام نے مل کر غسل دیا اور کفن دے کر جنازہ راستے پر لا رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عراقیوں کی جماعت کے ہمراہ عمرہ کرنے کے لئے تشریف لا رہے تھے تو انہوں نے ایک عورت کو راہ پر کھڑے دیکھا تو پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا: ام ذر۔ آپ نے پوچھا: ابوذرؓ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ ان کا جنازہ پڑا ہے، اسے دفن کرتے جاؤ۔ عبداللہ بن مسعودؓ دھاڑیں مار مار کر روئے اور جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشگوئی بتائی کہ ابوذرؓ تو خدا کی راہ میں اکیلا سفر کرتا ہے۔ اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔ رضی اللہ عنہ ورضاہ

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مصادر: یہ مضمون بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، تقریب، اکمال، تہذیب اور اخبار سے اخذ کیا گیا ہے۔

(مطبوعہ ماہنامہ محدث لاہور)

محمد طاہر عبدالرزاق

میں انصاف مانگتا ہوں!

صفحۂ ہستی پر بسنے والے انسانو! انسانی حقوق کے علمبردارو! عالمی عدالت کے منصفو! روشن خیال دانشورو! ظلم کے خلاف جہاد کرنے والے ادیبو! سچ کا درس دینے والے شاعرو! مظلوم کے حق میں صدا بلند کرنے والے وکیلو! امن کے پیامبرو!

میری داستانِ غم سنو!...... میری آنسوؤں بھری کہانی سنو۔

میں ایک مسلمان ہوں۔ میں اللہ کو اپنا رب مانتا ہوں۔ میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا نبی مانتا ہوں۔ میں قرآن کو اپنی کتاب مانتا ہوں۔ میں خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ مانتا ہوں۔ میں اپنے نبی ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو قرآن پاک مانتا ہوں۔ میں اپنے نبی ﷺ کی باتوں کو احادیث مانتا ہوں۔ میں اپنے نبی کے ساتھیوں کو صحابہ مانتا ہوں۔ میں اپنے نبی کی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرہؓ کو سیدہ انساء مانتا ہوں۔ میں اپنے نبی ﷺ کے گھر والوں کو اہلِ بیت مانتاؓ ہوں۔ میں کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کو اپنا کلمہ مانتا ہوں۔ میں مکہ مکرمہ کے حج کو حج مانتا ہوں۔ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ حق اور نبوت کے گواہ مانتا ہوں۔ میں سیدنا صدیقِ اکبرؓ کو پہلا خلیفہ مانتا ہوں۔ میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ کو دوسرا خلیفہ مانتا ہوں۔ میں سیدنا عثمان غنیؓ کو تیسرا خلیفہ مانتا ہوں۔ میں سیدنا علیؓ کو چوتھا خلیفہ مانتا ہوں۔ میں سیدنا حسنؓ کو پانچواں خلیفہ مانتا ہوں۔ میں سیدنا معاویہؓ کو چھٹا خلیفہ مانتا ہوں۔ میں اپنے نبی کی ازواج مطہرات کو امہات المؤمنین مانتا ہوں۔

اہلِ دنیا یہ میرے مذہبی عقائد ہیں........ اور تم ان عقائد سے بخوبی آشنا ہو........ لیکن .... اے اہلِ دنیا .... ہندوستان کے ضلع گورداسپور کی تحصیل بٹالہ کے ایک گاؤں قادیان کا ایک شخص مرزا قادیانی اٹھا..... اس نے پوری دنیا کو مخاطب کر کے اعلان کیا۔

میں ''محمد رسول اللہ'' ہوں۔ مجھے اللہ نے دنیا میں دوبارہ انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ میں صورت کے اعتبار سے بھی وہی محمد ہوں۔ میں سیرت کے اعتبار سے بھی وہی محمد ہوں۔ میں نام کے اعتبار سے بھی وہی محمد ہوں۔ میں کام کے اعتبار سے بھی وہی محمد ہوں۔ جو مجھ میں اور محمد ﷺ میں تفریق کرے، وہ پکا کافر ہے۔ اس نے کہا جب کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھو تو محمد سے مراد مجھے لو'' قرآن مجھ پر دوبارہ نازل ہوا۔ میری باتیں قرآن کی وحی ہیں۔ میری گفتگو احادیثِ رسول ہیں۔ میرا شہر ''قادیان'' مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرح ہے۔ میری بیوی ''ام المؤمنین'' ہے۔ میری بیٹی ''سیدۃ النساء'' ہے۔ میرا خاندان ''اہلِ بیت'' ہے۔ میرے ساتھی ''اصحابِ رسول'' ہیں۔ جو مجھے استاذ نہیں مانتا، وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اہلِ دنیا! قادیانی عقائد کے مطابق:

حکیم نورالدین...... سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی طرح ہے۔ مرزا بشیرالدین ...... سیدنا عمر فاروقؓ کی طرح ہے۔ مرزا

ناصر........ سیدنا عثمان غنیؓ کی طرح ہے۔ مرزا طاہر........ سیدنا علیؓ کی طرح ہے۔

مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو گیا ہے اور جو بھی فیض حاصل کرنا چاہتا ہے وہ قادیان سے حاصل کرے۔

خدا کی دھرتی پر رہنے والے باشعور انسانو! کیا تم نے خدا کی دھرتی پر اس سے بڑا ظلم اور فراڈ دیکھا ہے؟ کیا تم نے قادیان سے بڑا قبضہ گروپ دیکھا ہے؟ کیا تم نے اس سے بڑھ کر بھی انسانی حقوق کی پامالی دیکھی ہے؟ کیا تم نے اس سے بڑھ کر بھی سرورِ کائنات جنابِ محمد عربی ﷺ اور ان کے دینِ مبین کی توہین دیکھی ہے؟ دنیا کے سپر پاور ''امریکہ'' کے صدر بش صاحب فرض کریں آپ اپنے وائٹ ہاؤس (صدارتی محل) میں داخل ہوتے ہیں...... وہاں آپ اندر ایک شخص کو کھڑا پاتے ہیں...... وہ رعب تمکنت سے آپ کو کہتا ہے ''میں بش ہوں، یہ وائٹ ہاؤس میرا ہے'' پھر وہ اپنے ساتھ کھڑی عورت کی طرف اشارہ کر کے آپ سے کہتا ہے یہ لارا بش ہے۔ یہ میری بیوی ہے۔ پھر وہ اپنے ساتھ کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے یہ جینا ہے، یہ میری بیٹی ہے۔ پھر وہ آپ کی قیمتی گاڑی کی طرف انگلی اٹھا کر کہتا ہے یہ گاڑی میری ہے،۔ یہ بڑی نفیس اور قیمتی گاڑی ہے کیونکہ میں امریکہ کا صدر ہوں۔ پھر وہ آپ کی تعلیمی اسناد اور ڈگریاں آپ کو دکھا کر کہتا ہے جناب یہ میری تعلیمی اسناد اور ڈگریاں ہیں۔ جنہیں میں نے دن رات کی محنتِ شاقہ کے بعد حاصل کیا ہے۔ پھر وہ آپ کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کے کاغذات دکھاتے ہوئے کہتا ہے یہ میری جائیداد کے کاغذات ہیں اور دیکھئے میں کتنا امیر آدمی ہوں۔ پھر وہ آپ کے بینک کے اثاثوں کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتا ہے یہ دیکھئے یہ میرا بینک اثاثہ ہے۔ اور اسے میں نے بڑی جدوجہد سے کمایا ہے۔ پھر وہ آپ کو وائٹ ہاؤس کا سیکورٹی سٹاف دکھاتے ہوئے کہتا ہے یہ میرا سیکورٹی سٹاف ہے۔ جو ہر وقت میری حفاظت کے لیے مستعد رہتا ہے۔ پھر وہ آپ کو انتہائی غصہ میں جھڑکتے ہوئے کہتا ہے میں بش تمہیں حکم دیتا ہوں یعنی صدارتی آرڈر جاری کرتا ہوں کہ تم ابھی وائٹ ہاؤس اور امریکہ سے نکل جاؤ۔ کیونکہ تمہارا امریکہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسٹر بش! کیا یہ ہولناک صورتِ حال دیکھ کر آپ کے پاؤں تلے سے زمین نہیں نکل جائے گی۔ کیا آپ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا نہیں چھا جائے گا۔ فرطِ غم سے کیا آپ کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکل آئیں گے۔؟ اس ظلم پر کیا آپ بے اختیار چیخ نہیں اٹھیں گے؟ مسٹر بش! قادیانیوں کے ایسے ہی ظلم کے خلاف ہم ایک صدی سے رو رہے ہیں۔ ہمارے آنسوؤں سے ہمارے دامن تر ہو چکے ہیں۔ آپ نے کبھی ہمارے آنسو نہیں پونچھے۔ ہمارے رخساروں پر بنی آنسوؤں کی ندیوں پر کبھی آپ کی نظر نہیں پڑی۔ ہم ایک صدی سے چیخ رہے ہیں۔ چیخ چیخ کر ہمارا گلا چھل چکا ہے۔ لیکن آپ کے نرم نرم کانوں پر کبھی بھی ہماری چیخوں نے اثر نہیں کیا۔ مسٹر بش! ہم آپ کے ضمیر سے انصاف مانگتے ہیں۔ آپ کے ضمیر کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ لیکن ہر دستک کے جواب میں آپ کا ضمیر کہتا ہے۔

شریک جرم نہ ہوتے تو مخبری کرتے
ہمیں خبر ہے لٹیروں کے ہر ٹھکانے کی

ادارہ

نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا عبرت ناک انجام

لاہور (پ۔ر) تحریکِ آزادی کے رہنما، مفکرِ احرار اور صاحبِ طرز ادیب چودھری افضل حق کے فرزند پروفیسر قمر الحق پاشا نے مجلس احرار اسلام میں شمولیت اختیار کر لی ہے اس بات کا اعلان انہوں نے گذشتہ روز چودھری ثناء اللہ بھٹہ کی طرف سے قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کے اعزاز میں دی گئی ضیافت کے موقع پر کیا اس موقع پر پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، ملک محمد یوسف، میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار اور سید محمد یونس بخاری بھی موجود تھے علاوہ ازیں چودھری محمد اکرام، حکیم ذوالقرنین اور چودھری محمد ایوب پر مشتمل ایک تین رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جو پرانے احباب سے مل کر تنظیم سازی کے لئے ان کو جماعت میں شمولیت کی دعوت دے گی۔

لاہور (پ۔ر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد اور عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت غیر اسلامی، غیر آئینی اور غیر نمائندہ ہے۔ دینی جماعتیں حکومتی فیصلوں اور اقدامات کی حمایت نہیں کر سکتیں کشمیر کے بارے میں حکومت کے عزائم کو عوام کی تائید حاصل نہیں ایک مشترکہ بیان میں احرار رہنماؤں نے کہا ہے کہ جنرل مشرف کے صدر بن جانے سے ملک کے سیاسی حالات پر برے اثرات مرتب ہوں گے۔ محض اپنے اقتدار کو دوام بخشنے اور تمام تر اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینے کا منفی جذبہ کسی طور پر بھی قابلِ تحسین نہیں ہے۔ جنرل مشرف نے بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح اپنے آپ کو ہر حال میں ناگزیر قرار دے کر جس اقتدار پرستی کا مظاہرہ کیا ہے کوئی محب وطن اور باشعور شخص اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ مذہبی اور سیاسی جماعتوں کو اپنے مفادات سے بالاتر ہو کر اس اقدام کا بغور جائزہ لے کر کوئی پختہ اور مؤثر رائے قائم کرنی چاہیے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ جنرل مشرف کے صدر بن جانے کے فیصلے کو عالمی سطح پر سب سے پہلے انڈیا نے تسلیم کیا ہے جو انتہائی معنی خیز اور قابلِ غور ہے انہوں نے کہا کہ اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کیلئے تمام مسلمہ آئینی اور بین الاقوامی ضابطوں کی دھجیاں اڑانے والوں کے پاس انسدادِ سود کیلئے کوئی گنجائش نہیں احرار رہنماؤں نے کہا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے سامنے حکومتی و سرکاری اور عدالتی فیصلوں کی کوئی حیثیت نہیں سود کو جاری رکھنے کیلئے ایک سال کی مزید مہلت دینے کا مطلب عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

انہوں نے کہا کہ کشمیر کے مسئلہ پر اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں فیصلہ ہونا چاہیے تھرڈ آپشن امریکی تسلط کی سازش ہے اور قادیانی اور ملک دشمن اس کیلئے زیادہ سرگرم ہیں، انہوں نے کہا کہ اسلامی دفعات اور ملک کے نظریاتی تشخص کے خلاف امریکی و یورپی ایجنڈے پر عمل درآمد کی تیاریاں ہو رہی ہیں ان حالات میں تمام مذہبی قوتوں کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے اور کوئی مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے احرار رہنماؤں نے کہا کہ چناب نگر میں قادیانیوں کے پاس ناجائز اسلحہ کے ڈپو موجود ہیں لیکن وہاں کوئی کارروائی نہیں ہو رہی۔

نبوت کا جھوٹا دعویدار سردارا مراثی فیصل آباد جیل میں چل بسا

انتظامیہ نے آبائی چک میں سپردِ خاک کرنے سے روک دیا

جڑانوالہ (نامہ نگار) جڑانوالہ کے نواحی چک 127 گ۔ب کا نبوت کا جھوٹا دعویدار بابا سردار محمد قلندر سرکار عرف سردارا مراثی فیصل آباد جیل

میں ہلاک ہوگیا۔ واضح رہے کہ کچھ عرصہ قبل دعویٰ نبوت کا علم ہونے پر لوگ اس کا گھر جلانے کیلئے پہنچ گئے تھے جن پر انتظامیہ نے بڑی مشکل سے قابو پایا تھا اور بابے کے علاوہ اسے گوجرانوالہ کے مریدوں کو گرفتار کر کے توہینِ رسالت کا مقدمہ درج کر لیا تھا معلوم ہوا ہے کہ مقامی انتظامیہ نے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہونے کے خدشے کی وجہ سے بابا سردار کے ورثاء کو اسے چک میں سپردِ خاک کرنے سے منع کر دیا ہے جس کی وجہ سے صوفی کے ورثاء تدفین کے لئے لاش گوجرانوالہ لے گئے جہاں سے چنیوٹ لے جانے کا امکان ہے۔

روزنامہ جنگ لاہور 21 جون 2001ء

اوکاڑہ کے جھوٹے نبی کو 20 سال قید 50 ہزار روپے جرمانہ

کذاب صوفی شعبان کو عدم ادائیگی جرمانہ پر مزید ایک سال سزا بھگتنا ہوگی خصوصی عدالت کا فیصلہ

لاہور (نیوز رپورٹر) انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت کے جج محمود مقبول باجوہ نے توہینِ رسالت کے مقدمہ میں ملوث اوکاڑہ کے کذاب صوفی شعبان کو استغاثہ کے وکلاء رانا اعجاز احمد اور غلام مصطفیٰ چودھری ایڈووکیٹ کے دلائل سے اتفاق کرتے ہوئے جرم ثابت ہو جانے پر مجموعی طور پر بیس سال قید اور پچاس ہزار روپے جرمانے کی سزا سنائی ہے عدم ادائیگی جرمانہ پر مجرم کو مزید ایک سال قید بھگتنا ہوگی استغاثہ کے مطابق اوکاڑہ کے مبارک علی نمبردار نے 19 اگست 2000ء کو توہینِ رسالت قانون کے تحت صوفی شعبان کے خلاف مقدمہ درج کرایا کہ صوفی شعبان دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ نعوذ باللہ امام مہدی کا وزیر ہے اور اس کے پاس جو وحی آتی ہے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وحی سے (دوھ) زیادہ ہے اس نے مزید دعویٰ کیا ہے کہ وہ حضور نبی کریمؐ کی مجالس میں شریک ہوتا ہے جو کہ روزانہ رات کے وقت مسجد نبوی میں ہوتی ہیں وہ ان مجالس میں صفِ اول میں مصطفوی جھنڈہ لیے شریک ہوتا ہے جبکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور اولیائے کرام پچھلی صفوں میں ہوتے ہیں

روزنامہ خبریں ملتان 13 جون 2001ء

میکلوڈ گنج میں قادیانی نے 12 قرآن پاک نذر آتش کر دیے علاقے میں ہڑتال

پورے علاقے میں غم وغصے کی لہر، غلہ منڈی سمیت میکلوڈ گنج کے تمام بازار بند رہے

میکلوڈ گنج (نامہ نگار) میکلوڈ گنج کے دونواحی گاؤں چک کرم پور گدھوکا اور موضع نور پور میں مبینہ طور پر ایک قادیانی دل نواز پٹھان نے گاؤں کی دونوں مساجد میں رکھے ہوئے 12 قرآن مجیدوں کو آگ لگادی مسجدوں سے دھواں اٹھنے پر مقامی لوگ فوری طور پر پہنچ گئے مگر 12 قرآن مجید جل کر شہید ہو گئے ملزم فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا بارہ قرآن مجیدوں کے جلائے جانے کے واقعے کے خلاف پورے علاقے میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی اور غلہ منڈی سمیت میکلوڈ گنج میں دن کو مکمل ہڑتال رہی تمام دینی جماعتوں اور سماجی انجمنوں کے عہدیداروں اور کارکنوں نے واقع پر شدید غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ملزم دل نواز پٹھان کو فوری طور پر گرفتار کر کے سرِعام پھانسی دی جائے۔

روزنامہ پاکستان لاہور 11 جون 2001ء

☆

حامد سراج

پارک

سب کی زبانیں گنگ اور سوچیں مفلوج ہو گئیں.......

جس چوک میں شام سے وہ ستانے آ نکلتے تھے۔اس میں چہار اطراف سے سڑکیں ایک دوسرے کو قطع کرتے ہوئے گزرتی تھیں۔ اور چوک کے وسط میں ایک قد آدم مینار تھا جس پر بہت سی تحریریں ثبت تھیں۔ سرِ شام آ نکلنے والے لوگ سبز گھاس پر بازوؤں کا تکیہ بچھا کر لیٹ جاتے۔خوش گپیاں، قہقہے، تاش، لڈو کھیلنا اور مسائل سے فرار ان کے مشغلے تھے۔ پارک میں آ کر وہ یوں محسوس کرتے جیسے کوئی دکھ، دکھ نہیں رہا۔بس ہر طرف چین ہی چین ہے۔کلاشنکوف سے اگلتی گولیوں کو بھی وہ چین کی ہنسی سمجھتے تھے۔

اوئے کتنے گرے..........؟ ایک دوسرے سے سوال کرتے۔

اور پھر اپنی دنیا میں لوٹ جاتے۔

اس روز کوئی نیا واقعہ تو نہیں ہوا۔بس انہونی ہو گئی۔

مغربی سمت سے ایک فوجی ٹرک چوک میں داخل ہوا۔مخالف سمت سے آنے والی منہ زور لینڈ کروزر ڈرائیور کے قابو میں نہ رہی اور ٹرک سے جا ٹکرائی لوگ اکٹھے ہو گئے۔

کاٹن کے کڑکڑاتے اجلے کپڑوں میں ملبوس ایک درمیانے قد کے نوجوان نے پائیدان پر قدم دھرا اور عونت سمیت اُترا۔ٹکر کی وجہ سے لینڈ کروزر کا داہنی طرف کا دروازہ اندر دھنس گیا تھا۔اس نے قہر آلود نظروں سے ٹرک ڈرائیور کو گھورا اور وردی کے احترام کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا ''اندھے ہو......؟''

مجمع ہنسنے لگا۔

سالا خود اندھا ہے....... کسی نے سرگوشی کی۔

سرگوشی اس کی کنپٹی پر گولی کی طرح لگی۔اس نے اپنی قہر آلود نظروں سے مجمع کو گھورتے اور کف چھوڑتے ہوئے کہا۔

میں سب کی ماں..........!

ٹرک ڈرائیور نے بڑے اطمینان سے کہا ''سر غلطی آپ سے ہوئی ہے۔حادثہ آپ کی تیز رفتاری کی باعث پیش آیا ہے۔لینڈ کروزر چلانے کا سلیقہ نہ ہو تو سیٹ پر بیٹھنا ہی نہیں چاہئے''۔اس کی کنپٹی پر ایک اور سنسناتی ہوئی گولی لگی۔''میں سب سمجھتا ہوں۔ دیکھ لوں گا تم سب کو.........''اس نے جیب سے موبائل فون نکالا اور ایس پی سے بات کی۔نہ جانے ایس پی نے اس سے کیا کہ۔اسی طرح جلا بھنا وہ لینڈ کروز میں بیٹھا' ریورس گیر لگایا' اور ٹائروں کی چرچراتی ہوئی آواز سمیت غائب ہو گیا۔

مجمع پھر پارک میں پھیل گیا۔

دلوں میں پھیلی باتیں پارک میں اکٹھی ہونے اور سرگوشیاں کرنے لگیں۔

یار ہے کوئی پوچھنے والا.........؟

چور الٹا کوتوال کو ڈانٹے.......

بس یار یہ سیٹ ہی ایسی ہے........!

کیسی ہے.......؟ دن بھر سڑک کے کنارے روڑی کوٹنے والے ایک مزدور نے پوچھا۔

یہی....... کہ...... انسان انسانیت کے دائرے سے نکل کر ہی اس پر بیٹھتا ہے۔

تم سب چھوٹے دماغ کے ہو...... ایک میٹرک فیل کلرک نے کہا۔

تم سب کیا جانو' لینڈ کروزر کیسے چلائی جاتی ہے۔ جس کا کام کو اسی کو ساجھے!

چلانا جانتا تھا تو چلا رہا تھا.......

خاک چلا رہا تھا...... اسے ڈرائیونگ آتی تو یوں دے مارتا۔

ٹرک بھی کون سا سیدھا چل رہا تھا....... ایک ریڑھی والے فارغ البال نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا.......

جیسا بھی چل رہا تھا..... تھا تو اپنے ہاتھ پر۔ اس کے پاس اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا.......

یار.......! میں تو ڈر رہا تھا....... ریڑھی والے نے کہا

تم تو ہمیشہ ڈرتے کانپتے رہتے ہو۔

میری بات تو سن لو.......

سناؤ.........

دو باتیں...... دو.......۔ اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔

یک نہ شد دو شد.... کسی نے گرہ لگائی۔

میری بات کو یوں مذاق میں نہ اڑاؤ......!

ایک زیادہ سیانے نے سارے مجمع کو چپ کرایا...... اور کہا......

یار...... بات یہ ہے کے لینڈ کروزر والے نے ایس پی سے فون پر بات کی اور بغیر کچھ بولے...... یہ جا........ وہ جا...... استاد خطرہ، ہی خطرہ.......!

تو بڑا کھوجی کتا ہے...... خطرے کی بو سونگھ لیتا ہے۔

چپ کراوئے۔ ابھی اس نے دوسری بات بھی بتانی ہے۔

دوسری بات یہ ہے ٹرک والے فوجی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

لو..... کرلو...... گل...... یہ بھی کوئی بات ہے۔ ایسا کون سا دفعہ ایک سو چوالیس لگا ہے جو دو بندوں کو آپس میں بات بھی نہ کرنے دے۔

پتر فکر نہ کر۔ وقت آنے والا ہے۔ تیرے زندہ رہنے پر بھی ٹیکس لگ جائے گا۔ تین سو پینسٹھ دن میں تو جتنے سانس لے گا نا.... اسی حساب سے ٹیکس لگے گا۔ سورج کی روشنی اور حرارت پر بھی ٹیکس لگے گا۔

اگلے روز وہ سارے پارک میں بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں مگن تھے۔ کوئی ریڈیو کان سے لگائے ہوئے خبریں سن رہا تھا کوئی سگریٹ

کے دھوئیں میں غم اڑا رہا تھا۔ چند بے فکرے تاش پھینٹ رہے تھے۔ اتنے میں پولس کا ٹرک آ کر رکا۔ اس میں باوردی سپاہی کود کود کر اترے اور پارک میں گھس آئے.......

اٹھو اوئے حرام زادو.... گورنمنٹ نے پارک میں بیٹھنے پر پابندی لگا دی ہے

مگر پابندی کیوں لگا دی ہے........؟ ریڑھی والے نے پوچھا۔

بہت چلتی ہے تیری زبان........ قینچی کی طرح........ سپاہی نے اس کی پشت پر بید مارتے ہوئے کہا۔ پولیس کے لاٹھی چارج کی وجہ سے لوگ وہاں سے دم دبا کر بھاگے اور پارک اجڑ گیا۔ اگلے چند روز میں وہاں خاردار باڑھ لگا دی گئی۔

پارک میں بیٹھنے والوں نے سوچا........ یہ ہمارے ساتھ ہوا کیا؟ ہمارا قصور کیا ہے؟ میں نے کہا تھا نا........ لینڈ کروزر والے نے ایس پی سے کوئی خاص بات کی ہے........ اب بھگتو........ فروٹ والے نے کہا۔

ہم عدالت میں جائیں گے........ ایک کلرک نے بازو لہراتے ہوئے کہا۔ یہ پارک اور اس میں موجود مینار ہم نے اپنے خون پسینے سے بنایا ہے۔ ہمیں اس کے سائے میں بیٹھنے سے روکنے والے یہ کون ہوتے ہیں؟ عوامی حکومت ہے۔ عوام کا فیصلہ چلے گا۔ اوئے نامرادو........ پارک سے تمہیں نکال پھینکنے کا فیصلہ بھی تو عوامی فیصلہ ہے۔ تمہارے منتخب نمائندوں کا کیا دھرا ہے یہ سب........!

سب نے مل کر چندہ جمع کیا۔

شہر کے قابل ترین وکیل کے سپرد اپنا مقدمہ کیا اور عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ مقدمے کی کارروائی شروع ہوگئی۔ ہر پیشی پر وہ یہ امید لے کر جاتے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ جب فیصلے میں تاخیر ہونے لگی تو ان کے اعصاب چٹخنے لگے اور قوت برداشت جواب دینے لگی۔ مقدمہ طول پکڑتا گیا........

آخرکار جیت ان کی ہوئی اور پارک کی رونقیں لوٹ آئیں۔ ان کا خیال تھا کہ مقدمہ جیت لینے سے ساری زندگی کے مسائل حل ہو گئے ہیں اب نہ کوئی مسئلہ پیدا ہوگا اور نہ ہی دکھ رہے گا۔

پارک ان کا ہے........

اب تو ہمیں قانونی تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔ بھلے سے جتنی لاقانونیت ہو، چور بازی اور رشوت کا بازار گرم ہو۔ لیکن عدالتوں کا احترام تو موجود ہے نا........ اگر عدالت کا احترام نہ ہوتا تو آج ہم پارک میں کہاں موجود ہوتے........

اب ہم پر کوئی ٹیکس نہیں لگے گا۔ کہیں لاش نہیں گرے گی

ڈکیتیوں کے پھاٹک بند ہو جائیں گے

تھانے........ دارالامان بن جائیں گے

وہ سارے........ تصورات اور خوش فہمیوں کی میٹھی گولیاں پھانک کر سو گئے۔ رات کا کوئی سمے تھا........ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کی زبانیں گنگ اور سوچیں مفلوج ہو گئیں۔ ان کے پارک کو پھر گھیرے میں لے لیا گیا تھا

اور........

چہار اطراف ٹرک ہی ٹرک تھے۔

ایک کہانی ایک حقیقت شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

سحر ہونے کو ہے

میرے ہمسائے میں ایک متوسط جوڑا رہتا تھا۔ میاں کسی دفتر میں گریڈ سولہ کے آفیسر تھے۔اور بیوی کسی سکول میں استانی ـــــ چھوٹی چھوٹی تو تکار تو ہر گھر میں ہوتی ہی رہتی ہے کہ یہ شادی کے برگ و بار ہیں ـــــ بس ابتدائی ایام ذرا سہانے گزرتے ہیں پھر بعد میں جوتیوں میں وہ دال بٹتی ہے کہ الاماں! والحفیظ! بچے سہمے رہتے ہیں۔ ـــــ محلے والے تماشا دیکھتے ہیں اور عزیز رشتہ دار محبوب نمک مرچ لگا کر واقعات کو یوں بیان کرتے ہیں جیسے ان کے ہاں کبھی کچھ ہوا ہی نہیں ـــــ اصل میں شادی ایک بندھن ہے جیون بھر کا ـــــ ایک ابدی امتحان ـــــ ایک مستقل آزمائش ـــــ کہ کہیں میاں حد سے اتنے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف کو آگ دکھا کر، بیوی بچوں پر جبر وستم کے پہاڑ توڑتے ہیں۔انہیں مالی اور ذہنی کوفت سے دوچار کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ کرتے ہیں۔ اور کہیں بیوی کی وہ کج بحثی اور بدزبانی کہ شیطان بھی پناہ مانگے وہ اپنی زبان درازی سے گھر کے ماحول کو ہر وقت بے سکونی سے دوچار کئے رکھتی ہے۔

قارئین! ہمارے ہمسائے میں جو جوڑا رہتا تھا ان میں میاں مظلوم و مقہور تھا۔ بیوی کی کرخت آواز کا یہ شور اکثر سنائی دیتا:۔

''میں تیری بندھی ہوئی نہیں ہوں......... جہاں میری مرضی میں جاؤں اور جس وقت مرضی آؤں تو مجھے نہیں پوچھ سکتا......... تو میرا مالک نہیں ہے.........۔''

میں نے کھانے پکانے کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا......... میں کسی کے باپ کی نوکر نہیں ہوں......... جو کچھ کھانا ہو، بازار سے لے کر آیا کرو.........!

اچھا! اب ان کے لئے پکاؤ بھی......... سنبھالو بھی اور دینے بھی جاؤ......... نوابزادوں کے کیا نخرے ہیں.........اب یہ خود اٹھا کر کھا بھی نہیں سکتے......... جس آدمی کا گھر میں یہ حال ہو وہ باہر کیا کرتا ہوگا؟''

بچوں سے کہتی:۔

''میں دیکھوں گی جب تمہیں کوئی کنجر آ کر لے جائے گا.........! انشاءاللہ تم گھر بسا کر ہی آؤ گی.........! تمہاری خاندانی فطرت ہے کسی سے بنا کر نہ رکھنا۔ جو گھر میں بنا کر نہیں رکھ سکتے وہ باہر کیا بنا کے رکھیں گے؟''

خاوند بے چارہ بیوی کی جلی کٹی سنتا اور ساتھ ساتھ بیوی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کے جلے ہوئے حصے بھی الگ کرتا جاتا......... ہمیشہ نکو بنا رہتا اور دفع شر کے لئے کچھ نہ کہتا کہ اس کی ذرا سی بات سے بھی، بیوی طوفان کھڑا کر دیتی......... بیوی جود کھاوے کے لئے ہمسایوں کے سو سو کام کر آتی تھی۔ تا کہ لوگ کہیں ''بہت اچھی خاتون ہے''......... صرف جھوٹی تعریف کے لئے، کسی کے چاول پکا کر آ رہی ہے......... تو کسی کے کپڑے دھونے والا پاؤڈر بنا کے دے رہی ہے......... کسی کو اچار ڈال

کے دے رہی ہے تو کسی کا دودھ اپنے گھر ابال کر اس کے گھر پہنچا رہی ہے۔

قارئین! دوسروں کے کام آنا بے شک ایک قابل تحسین جذبہ ہے مگر اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسروں کے کام کرنے والے کی کون بے وقوف تعریف کرے گا! اپنے میاں کو تو وہ، کھانے کے وقت، پانی کا گلاس دینے کی بھی روادار نہ تھی۔ وہ بھی قسمت کا مارا خود لے کے بیٹھتا وہ عورت گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کئے رکھتی خاص طور پر کھانے کے دوران مسائل کا اظہار اور کج بحثی کی تکرار، اس کا شیوہ تھا۔ اوپر سے رہی سہی کسر ٹی وی پروگرام ''سحر ہونے کو ہے'' نے پوری کر دی۔ عورتوں کی آزادی'' کے نام پر مادر پدر آزاد مال زادیوں نے ایسی باتیں نشر کرنا شروع کیں کہ عورت بگنٹ ہوتی چلی گئی کہتے ہیں کہ گھر سے عورت اور بندوق سے گولی، ایک دفعہ چلی تو توبہ ہی بھلی! وہ جو پہلے ہی سانپ تھی۔ اڑنے لگی۔ ___ نیم برہنہ لباس پہن کر مٹر گشت کرنے والی اس اللہ ماری کو اس لطیف بات کا کیا احساس کہ ''جس کا کپڑا پتلا اس کا ایمان بھی پتلا'' ___ رات گئے گھر آنا اس کا معمول بن گیا۔ میاں زمانے کے آلام و مصائب کا مارا ہوا گھر آتا تو جل بھن کر رہ جاتا۔ اس کا خون کھولتا مگر کر کچھ نہ سکتا۔ بیوی، میاں کی طرف کیا دھیان دیتی کہ اسے اس سے سیدھے سبھاؤ بات بھی کرنا گوارا نہ تھا ___ ہر وقت کے توہین آمیز سلوک نے اسے چارپائی سے لگا دیا۔ مستقل بخار رہنے لگا۔ کھانسی کی پھانسی اس کے گلے کا ہار بن گئی ___ ڈاکٹر نے تپ دق کے مرض کی تصدیق کر دی۔ وہ ہر وقت اپنے کمرے میں پڑا کھانستا رہتا ___ تھوکتا رہتا ___ تھوکتا رہتا ___ کھانستا رہتا ___ دوسرے کمرے سے بیوی کی آواز آتی......... ''اسے کہو! نالی پر جا کے تھوکے۔ سارے گھر کو اگالدان بنا رکھا ہے ___ اور پھر بچوں کے ساتھ ٹی وی ڈراموں اور گانوں میں مگن ہو جاتی ___ اگر اسی دوران میاں کے کھانسنے کی آواز آ جاتی تو بچوں سے کہتی کم بختو! آواز ہی اونچی کر دو۔ ایک اس کی کھانسی ہمارے لئے عذاب بنی ہوئی ہے ___ آخر ایک دن میاں کو خون کی قے آئی اور اس کی آخری ہچکی کی آواز، ٹی وی کی آواز میں دبتی چلی گئی ___ ادھر پروگرام ''سحر ہونے کو ہے'' اپنے عروج پر تھا ___ ادھر میاں کی کھانسی اپنے مقطع پہ آ پہنچی تھی ___ اور وہ کسمپرسی کے عالم میں اپنے شکستہ دل و دماغ اور ٹوٹے ہوئے اعصاب کے ساتھ، آہستہ آہستہ چاہِ مرگ میں ڈوب رہا تھا اور زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ:

کسی کی آہٹ پہ فضا کان دھرے بیٹھی ہے
خامشی کس کو شرِ شام صدا دیتی ہے
''سحر'' کب آئے گی مگر اذنِ تماشا لے کر
شب گریزاں ہے مگر حکمِ نوا دیتی ہے ''
کون ہوتا ہے شریکِ غم ہستی اے دوست!
ڈال بھی سوکھے ہوئے پات گرا دیتی ہے

☆

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات ان کی

☆ محمد علی جناح نے اپنی تقریر میں واضح کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال پہلے جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھی۔ (منیر احمد منیر)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت ہے۔ جمہوریت (اکثریت) تو بتوں کی پوجا کی قائل تھی اور ابوجہل قائد جمہوریت تھا۔

☆ سودی نظام ایک سال کیلئے برقرار (ایک خبر)

یعنی حکومت مزید ایک سال کے لئے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ جاری رکھے گی

☆ اوکاڑہ کے جھوٹے نبی کو ۲۰ سال قید پچاس ہزار روپے جرمانہ (ایک خبر)

اسلامی حکومت ہوتی تو پھانسی دے دی جاتی

☆ جنرل پرویز مشرف صدر بن گئے (ایک خبر)

جس کی لاٹھی اس کی بھینس

☆ سی ٹی بی ٹی کی مخالفت کرنے والے بدنیت ہیں (وزیر خارجہ)

اور سی ٹی بی ٹی کی حمایت کرنے والے امریکی ایجنٹ ہیں

☆ بے نظیر یاد آتی ہیں مگر کیا کر سکتا ہوں! (آصف زرداری)

مجھے اکثر وہ چشموں کے کنارے یاد آتے ہیں
وہ وعدہ تم ہمارے، ہم تمہارے یاد آتے ہیں

☆ ووٹر نے امیدوار کو نمازی بنا دیا (ایک خبر)

زہے قسمت! اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے (آمین)

☆ جہاں غیر قانونی اسلحہ کی اطلاع ملی چادر چار دیواری کا خیال نہیں رکھیں گے (وزیر داخلہ)

بھلے سڑکوں پر دہشت گرد دندناتے پھریں!

☆ مفت روٹی۔ مفت ٹکٹ۔ اسلام آباد کی دعوت مس نہیں کروں گا۔ (پیر پگاڑہ)

جی ایچ کیو سے پرانا رابطہ ہے

☆ ''حقہ ہٹا دیں'' ''غیر ملکی صحافی'' ''ڈاکٹر کی نہیں مانی آپ کی کیسے مان لوں'' (نوابزادہ نصر اللہ)

حقہ حکم خدا دا تے ٹوپی نا معقول
میں ڈاکٹر دی نئیں منی توں دھواں کر قبول

ادارہ

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

نزولِ مسیح آخر کیوں؟ جناب نور محمد قریشی پیشہ کے اعتبار سے وکیل ہیں اور بقول مجیب الرحمٰن شامی ''فقہ دکٹوریہ'' کے ماہر ہیں۔ ایک خالصتاً دینی اور اعتقادی مسئلہ پر، جس فکری اعتماد اور جس علمی استحضار کے ساتھ انہوں نے قلم اٹھایا ہے وہ قابلِ رشک ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے گرد وپیش، ایسے پڑھے لکھے اور ان پڑھ ''مسلمانوں'' کی ایک کثیر تعداد آج بھی موجود ہے جو دینی اور اعتقادی مسائل کو ''مولویوں کے مسائل'' جانتی اور گردانتی ہے۔ یہ طرزِ فکر جتنا عام ہوگا، جہالت اسی قدر پھیلتی چلی جائے گی۔ پڑھے لکھے جاہلوں کے کاٹے کا علاج کون کرے؟ حق تو یہ ہے کہ نور محمد قریشی صاحب ایسے دردمند مسلمان اگر اس خدمت پر قمر بستہ ہوتے ہیں تو یہ بھی ایک طرح کی ''مسیحائی'' ہے۔

۱۲۰ صفحے کی یہ مختصر کتاب، مرزا غلام احمد قادیانی کی ''مسیحیت موعودہ'' کے دعووں اور دلیلوں کا ایک نہایت صاف ستھرا اور دوٹوک تنقیدی جائزہ ہے۔ ایک مکمل تحریر جس کا لکھنے والا نرا وکیل ہی نہیں، ادیبانہ خوش ذوقی سے بھی علاقہ رکھتا ہے۔ .... ضخامت ۱۲۰ صفحات، کتابت طباعت: انتہائی عمدہ، قیمت ۶۰ روپے اور ملنے کا پتا: علم وعرفان پبلشرز 7.C ماتھر سٹریٹ لوئر مال لاہور ہے۔ (تبصرہ نگار: ز۔ بخاری)

حیاتِ مسیح اور ختمِ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جعلی نبوت کا راستہ ہموار کرنے کیلئے ''نزولِ مسیح'' کی نفی کی، ''وفاتِ مسیح'' کا نظریہ پیش کیا اور خود کو ''مسیح موعود'' قرار دیا تو جعل وفریب کا یہ ناٹک مسلمانوں نے چلنے نہیں دیا۔ مسلمانوں کی مزاحمت سے ایک کشاکش بحثا بحثی اور ردعمل کی فضا پیدا ہوئی تو بعض حضرات ردعمل میں فکر وفہم کا توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ مثلاً وہ حضرات جنہوں نے سرے سے حیات و نزولِ مسیح کا انکار کر کے دجال قادیانی کی تردید فرمائی ایسے حضرات کا خلوص نیت، کاوش فکر اور جوشِ عمل اپنی جگہ لیکن ان کا موقف بہرحال ایک مغالطے پر مبنی ہے۔ جناب نور محمد قریشی ایڈووکیٹ نے اس مسئلے پر بھی بھرپور انداز میں گفتگو کی ہے ان کا روئے سخن محترم مولانا قمر احمد عثمانی کی طرف ہے، کہ اس نقطہ نظر کے حاملین میں ان کا نام نمائندہ حیثیت کا ہے۔

اس کتاب پر مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نظرِ ثانی فرمائی تھی، اور اس سے یقیناً اس کا پایہ ثقاہت واستناد بڑھ جاتا ہے۔

ضخامت: ۱۴۲ صفحات، طباعت کتابت عمدہ قیمت: ۶۰ روپے اور ملنے کا پتا: 3۔ ریواز گارڈن لاہور (مؤلف) ہے۔ (تبصرہ نگار: ز۔ بخاری)

سوانح شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ یہ کتاب ایک ایسے بزرگ کے سوانح پر مشتمل ہے جن کی جلالت علمی کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ۱۹۸۸ء میں مولانا کی رحلت ہوئی تو اعتراف عظمت کی ایک چندروزہ گونج پیدا ہوئی جو حسب دستور ایک فراموش گار خاموشی پر منتج ہوئی۔ پانچ سال بعد ان کی یاد میں ماہنامہ ''الحق'' (اکوڑہ خٹک) کا ایک ضخیم نمبر چھپا تو اہل علم وذوق ایک خوشگوار حیرت سے دوچار ہوئے۔ یہی خوشگوار حیرت ہمیں پیش نظر کتاب کو دیکھ کر ہو رہی ہے کہ جس کے مؤلف مولانا عبدالقیوم حقانی ہیں۔ پر ۲۴ ابواب پر مشتمل اس کتاب کا بڑا حصہ ''الحق'' کے نمبر سے ہی ماخوذ ومستعار ہے۔ لیکن نئی ترتیب اور نئے عنوانات نے کتاب میں ایک جان سی ڈال دی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے جو پہلا تاثر اور احساس قاری کے دامن گیر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ آج سے صرف ۱۲ سال پہلے تک ہمارے عہد اور

ماحول میں ایک ایسا شخص بھی زندگی کرر رہا تھا جس کے علم وفقر کی ہیبت سے زمانے کے انداز اور دلوں کی دنیائیں بدل جایا کرتی تھیں۔

ضخامت: ۲ ۳ صفحات، کتابت طباعت: اعلیٰ قیمت: درج نہیں اور ناشر ادارہ: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ (صوبہ سرحد) ہے۔ (تبصرہ نگار: ذ۔ بخاری)

الفرید (سہ ماہی مجلّہ): دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی صوبہ سرحد کا ترجمان ہے۔ مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کی سرپرستی اور مولانا حسین احمد صدیقی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے اس وقت جلد ۲ کا شمارہ ۳ ہمارے پیش نظر ہے۔ ایک مکمل علمی و دینی سہ ماہی مجلّہ ہے دینی مسائل سے لے کر عصری مسائل تک بہت سے عنوانات پر وقیع علمی مضامین اس میں شامل ہیں۔ اسلام کے خلاف مغرب کے مہلک ہتھیار، قاضی فضل اللہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کا تعارف، استاد خالد محمود، مغربی استعمار کی تہذیبی یلغار، مولانا فضل علی حقانی، امام اعظم ابوحنیفہ اور اہل حدیث حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ، اور دیگر تحقیقی مضامین کا حسین مرقع ہے۔

زرتعاون سالانہ: ۸۰ روپے ہے، بیرونِ ملک کے لئے ۱۰ ڈالر سالانہ ہیں۔ درج ذیل پتہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دارالعلوم صدیقیہ، زروبی ضلع صوابی صوبہ سرحد (تبصرہ: خادم حسین)

محاصرۂ قادیانیت | محمد طاہر عبدالرزاق فی الواقع جراحِ قادیانیت ہیں۔ تاریخ تحفظِ ختمِ نبوت سیریز کی یہ چھٹی کتاب ہے۔ وہ رد قادیانیت پر اب تک دو درجن سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں جو یقیناً ان کی نجات کیلئے کافی ہیں اور توشۂ آخرت ہیں۔

زیر مطالعہ کتاب میں مرتب موصوف کی تحریر کے علاوہ ۳۲ تحریریں شامل ہیں۔ ان میں قادیانیوں کے اپنے لٹریچر سے بھی ان کی بدحواسیاں اور بدتمیزیاں جمع کی گئی ہیں اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی ہے ان کے تاثرات اور تجزئے بھی شامل ہیں۔ زیڈ اے سلیری مرحوم (سابق قادیانی) کا مضمون اور سابق وزیر اعظم کی قومی اسمبلی میں وہ تقریر جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا اہم ترین تحریریں ہیں۔ ۲۰۲ صفحات پر پھیلی ہوئی یہ کتاب اسمِ بامسمّٰی ہے اور قادیانیت کا ہمہ جہتی محاصرہ کیا گیا ہے۔

قیمت: ۹۰ روپے ہے اور یہ کتاب درج ذیل پتے سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ دارالکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور (تبصرہ نگار: خادم حسین)

جہادِ ختمِ نبوت کے جاں نثار | قادیانیت کے آپریشن سیریز کی یہ بارہویں کتاب ہے اور حسب سابق مجاہد ختم نبوت محمد طاہر عبدالرزاق کا قلم پوری آب وتاب کے ساتھ قادیانیت کے جسدِ پلید کو چر کے اور کچو کے لگاتا ہوا رواں دواں ہے۔ محاسبہ قادیانیت کے شہ سواروں اور خادموں کے بکھرے ہوئے واقعات ایمان پرور اور جہد آفریں تحریریوں کو تسبیح میں پرو دیا ہے۔ علماء، خطباء، ادباء، شعراء، مناظر دیوانے اور پروانے جنہوں نے اپنے عہد میں عقیدۂ ختم نبوت کی آبیاری کی اور اس کے دفاع میں جاں نثاری کو فخر سمجھا ان کے مختصر کارنامے اس کتاب کی زینت ہیں۔

موتیوں کو جمع کر کے انگشتری میں جڑنا جان جوکھوں کا کام ہے اور بھائی طاہر عبدالرزاق نے یہ کام کر دکھایا ہے۔ بہت ہی دلچسپ اور معلومات افزاء کتاب ہے۔ صفحات: ۲۰۴ ہیں اور قیمت ۹۰ روپے، دارالکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔ (تبصرہ نگار: خادم حسین)

☆

امیر احرار، ابن امیر شریعت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی تبلیغی اور تنظیمی مصروفیات

16، 17 جون ضلعی غربی، حاصل پور، وہاڑی، بورے والہ گڑھا موڑ میں احرار کارکنوں سے ملاقاتیں۔

19، جون دینی درسگاہ خانگڑھ ضلع مظفر گڑھ میں اجتماع سے خطاب

21، جون ضیغم احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں دفتر احرار لاہور میں منعقدہ سیمینار سے خطاب

22 جون خطبہ جمعہ، جامع فتحیہ اچھرہ لاہور

23، 24 جون جامع مسجد خلفائے راشدین گوجر خان میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب، صاحبزادہ مولانا ڈاکٹر محمد حسین سے ملاقات

25، جون راولپنڈی اسلام آباد میں احرار کارکنوں سے ملاقاتیں اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کے مدرسے میں طلباء سے خطاب

26، جون گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں احرار کارکنوں سے ملاقات

27، جون چیچہ وطنی میں احرار کارکنوں سے ملاقات

28، جون مجلس ذکر دارِ بنی ہاشم ملتان

29، جون خطبہ جمعہ دارِ بنی ہاشم ملتان

یکم، جولائی اتوار بعد نماز عشاء درسِ قرآن مجید مکی مسجد حرم گیٹ ملتان

2، جولائی پیر بعد نماز عشاء درس قرآن مجید مسجد نور ملتان

4 جولائی بدھ پیراں غائب روڈ ملتان درس قرآن مجید

6، جولائی، خطبہ جمعہ مدنی مسجد چنیوٹ

13 جولائی خطبہ جمعہ جامع مسجد احرار چناب نگر

16، جولائی پیر، میر ہزار، بستی اللہ بخش

17، جولائی منگل، کلر والی، ماہڑہ وجتوئی میں مختلف اجتماعات سے خطاب و ملاقاتیں

18، جولائی بدھ قیام ملتان

19، جولائی جمعرات احمد پور شرقیہ بعد نماز عشاء، درس قرآن مجید

20، جولائی جمعہ لیاقت پور خطاب جمعہ

21، جولائی ہفتہ جامع مسجد مدنی بیرون شکار پوری گیٹ بہاولپور درس قرآن کریم بعد نماز عشاء

26، جولائی جمعرات مجلس ذکر بعد نماز مغرب ملتان

27، جولائی خطبہ جمعہ دارِ بنی ہاشم ملتان

ماہانہ مجلس ذکر، روحانی اجتماع و اصلاحی بیان

26 جولائی 2001ء، بروز جمعرات بعد نماز مغرب دارِ بنی ہاشم ملتان

حضرت پیر جی ابن امیر شریعت

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

اصلاحی، تربیتی بیان فرمائیں گے۔

احباب و متعلقین نماز مغرب تک پہنچ جائیں

المعلن: ناظم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان (فون: 061-511961)

حکومت، دین دشمن اور قادیانیت نواز پالیسیاں ترک کر دے

عقیدۂ ختمِ نبوت مسلمانوں کے تمام طبقات میں اتفاق و اتحاد کی مضبوط قدر مشترک ہے

ختمِ نبوت کے غداروں کا محاسبہ کرنے والے اپنی بخشش کا سامان پیدا کر رہے ہیں

جامع مسجد احرار چناب نگر میں منعقدہ 23 ویں سالانہ خاتم الانبیا ﷺ کانفرنس سے شرکاء مقررین اور احرار رہنماؤں کا خطاب

(چناب نگر ۵ جون) مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد احرار چناب نگر میں منعقدہ 23 ویں سالانہ سیرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کانفرنس کے مقررین نے کہا ہے کہ حکومت دین دشمن اور قادیانیت نواز پالیسیاں ترک کر دے ورنہ عوام میں پیدا ہونے والے ردِعمل سے ہولناک کشیدگی جنم لے گی اور ہماری کوئی سیاسی مجبوری نہیں کہ ہم اپنے مؤقف سے دستبردار ہو جائیں۔ مجلس احرار اسلام کے سربراہ سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسوہ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم تمام مشکلات سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم خلافتِ اسلامیہ کے احیاء کے لئے اٹھ کھڑے ہوں انہوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کے تمام طبقات میں اتفاق و اتحاد کی مضبوط قدر مشترک ہے۔ اور امت نے جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف ہر دور میں قربانیاں دیکر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ کیا ہے۔ پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ قادیانی گروہ تمام شہری مراعات لینے کے باوجود آئین سے بغاوت اور ملک سے غداری کا مرتکب ہو رہا ہے۔ سپریم کورٹ کو از خود انکی باغیانہ سرگرمیوں کا نوٹس لینا چاہئیے۔ مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے کہا کہ قادیانیت کا تعاقب ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو غیر مؤثر بنانے والی طاقتیں کان کے نہیں دل کے دروازے کھول کر سن لیں کہ ہم جانوں کا نذرانہ پیش کر کے بھی اس مسئلہ کا دفاع کریں گے۔ مولانا قاضی زاہد الحسینی نے کہا کہ ختم نبوت کے غداروں کا محاسبہ کرنے والے اپنی بخشش کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے سیکرٹری اطلاعات قاری شبیر احمد عثمانی نے کہا کہ شہداء ختم نبوت اور اکابرِ احرار کی بے مثال قربانیوں کے نتیجے میں یہ ملک قادیانی سٹیٹ بننے سے بچ گیا۔ مولانا احمد چار یاری نے کہا کہ مرزا طاہر پے در پے اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لئے اپنے پیروکاروں کو جھوٹی تسلیاں دے رہا ہے، حافظ کفایت اللہ، حافظ فیض اللہ، قاری محمد اصغر عثمانی حافظ محمد اکرم، حسین اختر، اللہ مہر اور دیگر حضرات نے بھی خطاب کیا۔ کانفرنس کے اختتام پر بعد نماز ظہر حسب سابق مسجد احرار چناب نگر سے صوفی غلام رسول نیازی کی قیادت میں عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ جس میں مجاہدین ختم نبوت اور سرخ پوش احرار رضا کاروں کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی، فرما گئے یہ ھادی۔ لا نبی بعدی۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ تاج و تخت ختم نبوت۔ زندہ باد، مرزائیت مردہ باد۔ ہماری منزل۔ اسلامی انقلاب۔ جیسے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے جلوس جب چناب نگر کے مرکزی اقصیٰ چوک پہنچا تو بہت بڑے جلسہ عام کی شکل اختیار کر گیا جہاں سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تنزانیہ کے کمسن بچے کو حافظ قرآن بنا کر جس طرح عالمی سطح پر ذرائع ابلاغ میں تشہیری مہم چلائی گئی۔ یہ دراصل اسلام کو بدنام کرنے کیلئے مرزا غلام قادیانی کی خودساختہ پیش گوئیوں کو سچا ثابت کرنے کیلئے قادیانی سازش کا شاخسانہ ہے اس قسم کے حربوں سے لوگوں میں ضعیف

الاعتقادی پیدا کر کے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کیلئے سرگرم عمل گروہ اس سازش میں بھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قادیانی دجل وتلبیس اور کفر وارتداد وزندقہ کا پردہ چاک کرنا اور سادہ لوح مسلمانوں کے عقیدے کا تحفظ ہماری ذمہ داری بھی ہے اور فرض بھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم قادیانیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیں۔ یا پھر اپنی متعینہ آئینی واسلامی حیثیت کے اندر رہیں قادیانیوں کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ دھوکہ دہی اور فراڈ سے اپنے کفر کو اسلام کا نام دیں۔ مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ مرزا غلام قادیانی کے ماننے والا طبقہ اپنے مردوں کو پاکستان میں اماناً دفن کرتا ہے اکھنڈ بھارت ان کا مذہبی عقیدہ ہے کہ پاکستان کے ایٹمی راز بھی قادیانیوں نے عالمی طاقتوں کو فروخت کئے یہود ونصاریٰ کی ایجنٹی ان کی گھٹی میں ہے۔ چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے کہا کہ نام نہاد انسانی حقوق کے نام پر امریکہ ویورپ ہمارے اندرونی ومذہبی معاملات میں جارحانہ مداخلت کر رہا ہے۔ امریکی کمیشن نے وزیر خارجہ کولن پاول سے کہا ہے کہ ۱۸ تا ۲۰ جون کو واشنگٹن میں پاکستانی وزیر خارجہ عبدالستار کے ساتھ مذاکرات میں قادیانیوں اور مذہبی اقلیتوں پر مظالم پر احتجاج کرنے اور جداگانہ طرزِ انتخاب ختم کرنے پر زور دے انہوں نے کہا کہ پاکستانی کسی مرعوبیت کے بغیر اپنا مؤقف پیش کرے انتہائی پر امن ماحول میں جلوس اقصیٰ چوک سے ایوان محمود پہنچا جہاں قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ جب تک احرار زندہ ہیں جھوٹی نبوت نہیں چلنے دیں گے قادیانیوں میں اخلاقی جرأت ہوتی تو مرزا طاہر بھاگ کر لندن اپنے آقاؤں کے پاس پناہ نہ لیتا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیو ٹھنڈے دل سے مرزا غلام قادیانی کی تعلیمات کا جائزہ لو اور قادیانی لٹریچر کا بغور مطالعہ کرو انہوں نے کہا کہ میری زندگی کی بہت بڑی آرزو ہے کہ مرزا طاہر واپس چناب نگر آئے اور میں اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کروں۔

جلوس سرگودھا روڈ پر احرار کے مرکزی جنرل سیکرٹری مولانا محمد اسحٰق سلیمی کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔ انتظامیہ اور پولیس کی طرف سے سیکورٹی کا انتظام پہلے سالوں کی نسبت ناقص تھا جبکہ جیش احرار نے اشرف علی احرار کی نگرانی میں سیکورٹی کا انتظام بخوبی انجام دیا۔ شرکاء جلوس کیلئے پانی کی سبیلیں لگائی گئی تھیں۔ جبکہ بلدیہ چناب نگر نے بھی پانی کا انتظام کر رکھا تھا۔ امیر احرار نے قادیانیت کے خلاف اپنے دلائل کو بخاری میزائل کا نام دیا۔ دوران جلوس قادیانیت مردہ باد کے ساتھ ساتھ جمہوریت مردہ باد کے نعرے بھی سننے میں آئے۔ دریں اثناء مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں کا ایک مشاورتی اجلاس امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر صدارت مدرسہ ختم نبوت چناب نگر میں منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ملک کے نظریاتی، اسلامی تشخص کو بچانے کیلئے مجلس احرار اسلام اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی اور حکومت کی طرف سے ڈی اسلامائزیشن کی مزاحمت کی جائیگی۔ احرار کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے صحافیوں کو بتایا کہ مشرف حکومت کے قیام سے اب تک حساس اور کلیدی عہدوں پر تعینات کیے گئے قادیانیوں کی فہرست پر کام ہو رہا ہے جسکو عنقریب نشر کر دیا جائیگا۔ اجلاس میں کہا گیا ہے کہ مخلوط انتخابات کا مطالبہ کرنے والے ملکی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں اور ملک کے اقتدار پر دین دشمنوں کیلئے راستہ ہموار کر رہے ہیں اجلاس میں اس امر پر تشویش ظاہر کی گئی کہ موجودہ انتخابی فہرستوں میں متعدد مقامات پر قادیانیوں نے اپنے آپ کو بطور مسلمان ووٹر رجسٹرڈ کرایا دینی جماعتوں کے پر امن احتجاج کے باوجود اسکا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا جو صریحاً آئین کی خلاف ورزی اور قادیانیت نوازی کی بدترین مثال ہے۔ اجلاس میں

کہا گیا ہے کہ بیرونی سفارت خانے قادیانیوں کے اسلام اور پاکستان کے خلاف زہریلے پراپیگنڈہ کے توڑ کیلئے کچھ نہیں کر رہے۔ قادیانی سیاسی پناہ، روزگار اور شادی کا جھانسہ دیکر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اور کہا جا رہا ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ صورت حال اس کے برعکس ہے کہ قادیانی آئین پاکستان میں درج اپنی حیثیت اور شناخت کو تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں۔ وہ اپنی کفریہ تعلیمات کو اسلام کا نام دیکر پوری دنیا کے مسلمانوں کے حقوق پر شب خون مار رہے ہیں۔ جسکی دنیا کے کسی قانون میں بھی اجازت نہیں ہے اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ چناب نگر میں امتناع قادیانیت آرڈیننس پر فوری اور مؤثر عمل درآمد کرایا جائے اور قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے نیز قادیانیوں کو آئین کا پابند بنایا جائے۔ اجلاس میں یونین کونسل نمبر 41,42 چناب نگر کے انتخابات کے سلسلہ میں قادیانیوں کے غیر آئینی طرزِ عمل کا بھی جائزہ لیا گیا اور طے کیا گیا کہ اس سلسلہ میں قادیانیوں کی منافقانہ چالوں سے عوام کو بے خبر رکھا جائیگا۔ اس ضمن میں عیسائی کمیونٹی سے اپیل کی گئی کہ وہ قادیانیوں کے ہاتھوں کھلونا نہ بنیں اور قادیانیوں کے چناب نگر پر تسلط قائم رکھنے کی اس طویل دورانیے والی سازش کا شکار نہ ہوں اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت این جی اوز کے ذریعے لادینیت اور فحاشی کے فروغ کا سلسلہ بند کر دے اور دینی اداروں کو کنٹرول کرنے کا امریکی ایجنڈا ترک کر دے۔ احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے شیخ عبدالواحد نے بھی شرکت کی۔

مجلس احرار اسلام کا خمیر ہندوستان میں مظلوم طبقات کی منظم جدوجہد سے اٹھا تھا

دولت کی منصفانہ تقسیم اور سماجی و معاشی بدحالی دور کیے بغیر کوئی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا

اکابر احرار نے بغاوت کا جو علم بلند کیا تھا، اس نے آزادی کے متوالے پیدا کیے

تحریک آزادی کے رہنما اور مجلس احرار اسلام کے صدر شیخ حسام الدین رحمہ اللہ کی یاد میں منعقدہ سیمینار سے امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، قمر الحق پاشا، اسلامی افغانستان کے نمائندہ مولوی مطیع اللہ، عبداللطیف خالد چیمہ، سید ذوالکفل بخاری، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، چودھری محمد اکرام، محمد معاویہ رضوان، پروفیسر جعفر بلوچ، سید محمد یونس بخاری کا خطاب

(لاہور ۲۱ جون) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت اسلام دشمنی میں سابقہ حکومتوں پر سبقت لے گئی ہے۔ ہم اکابرِ احرار کے اسوہ پر قائم رہتے ہوئے طاغوت کے خلاف آواز بلند کرنا اپنی ڈیوٹی سمجھتے ہیں۔ وہ گذشتہ روز تحریک آزادی کے رہنما اور کل ہند مجلس احرار اسلام کے صدر شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں منعقدہ سیمینار سے خطاب کر رہے تھے، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، قمر الحق پاشا، امارتِ اسلامیہ افغانستان کے نمائندہ مولوی مطیع اللہ انعام، عبداللطیف خالد چیمہ، سید ذوالکفل بخاری، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، چودھری محمد اکرام، محمد معاویہ رضوان نے خطاب کیا جبکہ پروفیسر جعفر بلوچ اور سید محمد یونس بخاری نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کے شیخ حسام الدین نے ساری زندگی کفر و ارتداد

اور برطانوی سامراج کے خلاف کلمہ حق کہنے میں گذار دی۔ ہندوستان سے برطانوی استعمار کے انخلاء کیلئے مجلس احرار اسلام کی جدوجہد کو انگریز اور اس کے حاشیہ برداروں کا ظلم وستم بھی رکاوٹ نہ بن سکا۔ اکابر احرار نے مفادات کی سیاست کرنے والوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا کوئی لالچ خوف ہمارے بزرگوں کو منزل کی طرف بڑھنے سے نہ روک سکا۔ چودھری ثناء اللہ بھٹہ نے کہا کہ جاگیردارانہ ذہنیت اور سرمایہ پرستانہ انداز سیاست کے خلاف اکابر احرار نے بغاوت کا جو علم بلند کیا تھا اس نے آزادی کے متوالے پیدا کیے۔ ہم نے آزادی لڑ کر حاصل کی لیکن حکمرانوں نے قیام پاکستان کے مقاصد سے مجرمانہ اغماض برتا جسکی وجہ سے آج ہم تباہی کے دھانے پر کھڑے ہیں۔ حکومت الہیٰہ کے سوا ہماری کوئی منزل نہیں۔ پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ شیخ حسام الدین کا کردار ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم صبر واستقامت کا پہاڑ بن جائیں ان کے مؤقف کی صداقتوں کو حالات وواقعات نے سچ کر دکھایا ہے وہ جن خدشات کا اظہار کرتے تھے یہ انکی بصیرت تھی آج انکی سچی اور کھری باتیں پھر دھرانے کی ضرورت ہے۔ قمر الحق پاشا نے کہا کہ دولت کی منصفانہ تقسیم اور سماجی و معاشی بدحالی دور کیے بغیر کوئی معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا۔ مجلس احرار کا خمیر ہندوستان میں مظلوم طبقات کی منظم جدوجہد سے اٹھا تھا اگر غریب کا یونہی استحصال ہوتا رہا جیسے اب تک ہورہا ہے تو پھر ایک انقلاب ایسا ضرور آئے گا جو بہت کچھ بہا کر لے جائے گا۔ مولوی مطیع اللہ انعام نے کہا کہ افغانستان کے کامیاب اسلامی انقلاب نے عالم کفر اور یہود ونصاریٰ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ طالبان عالمی پابندیوں کو قبول کرنے کا اعلان کرتے ہیں ہم کسی بڑی سے بڑی طاقت سے مرعوب نہیں ہم نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو مرعوبیت سے نکال کر امریکہ اور عالمی استعمار کے سامنے لاکھڑا کیا ہے ہمارا رازق اقوام متحدہ نہیں ''اللہ'' ہے ''اللہ'' پر بھروسہ ہی ہماری اصل طاقت ہے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ تاریخ بدلنے کا دعویٰ کرنے والے حکمران کہیں جغرافیہ بدل کر نہ رکھ دیں۔ تھرڈ آپشن دراصل امریکی ایجنڈا ہے اور قادیانیوں سمیت کئی سیاست دان بھی اس پر کام کر رہے ہیں لادینیت اور بے حیائی کا فروغ، این جی اوز کا تسلط اور قادیانیت نوازی اس حکومت کی ترجیحات ہیں جنرل مشرف نے اپنے اقتدار کو دوام دینے کے لئے اپنی ذات کو ناگزیر قرار دیکر آئین وقانون اور تمام ضابطوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ سید محمد ذوالکفل بخاری نے کہا کہ مسلمانوں کے تمام طبقات کو احرار نے 1953ء اکٹھا کر کے وحدت امت کا عظیم مظاہرہ کیا، فرنگی دانش وتہذیب کے خلاف شیخ حسام الدین جیسے اکابر احرار جو جرأت مندانہ کردار جس بہادری اور استقامت سے ادا کیا وہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے کہا کہ برطانوی سامراج کے اقتدار و تسلط کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والے مردانِ حق میں شیخ حسام الدین کا نام سرِفہرست ہے۔ محمد معاویہ رضوان نے کہا کہ 1935ء میں انگریز کے اشارے پر ظفر اللہ قادیانی نے فلسطین کی تقسیم کی تائید کی۔ مجلس احرار کی دہلی میں فلسطین کانفرنس میں فلسطین کی تقسیم کے فارمولے کو رد کرنے والی شخصیت شیخ حسام الدین تھے۔ جس پر ایک سال سزا کاٹی علاوہ

ازیں جامعہ فتحیہ اچھرہ میں نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ سود کو مزید ایک سال تک جاری رکھنے کا فیصلہ اللہ کے احکامات سے عملاً بغاوت اور لوگوں کے معاشی اور اقتصادی استحصال کے مترادف ہے۔ پوری قوم اس فیصلے کو مسترد کر چکی ہے۔

زندگی کی تمام مشکلات کا حل حکومتِ الٰہیہ کے نفاذ میں ہے

احرار کی زندگیاں عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہیں

امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مجلس احرار اسلام کے مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے مورخہ 10 جون کو کوٹ سمابہ کے نزدیک چک 83/N.P بعد نماز عشاء ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب کی زندگی کی تمام مشکلات کا حل صرف اور صرف حکومت الہیہ کے نفاذ اور سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کے حصول کے وقت حکمرانوں نے عوام کو ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ '' کا نعرہ دیا اسلام کے شیدائی مسلمان اس نعرہ کو سن کر بغیر کچھ سوچے سمجھے کھڑے ہو گئے حکمران اور سیاستدانوں کا فریب دیکھئے کہ جب پاکستان بن گیا تو اس کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو بنا دیا جو کہ مرزائی تھا اور اس کا اسلام سے کوئی بھی واسطہ نہیں تھا بلکہ وہ اسلام کا غدار تھا اور پھر اب پاکستان کو بنے ترپن سال گزر گئے لیکن اب تک یہاں اسلام نافذ نہیں ہوا۔

مجلس احرار اسلام پر یہ تہمت ہے کہ یہ لوگ پاکستان کے مخالف تھے۔ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں اکابر احرار پاکستان مخالف نہ تھے بلکہ اکابر احرار نے صرف طریقۂ تقسیم پر اعتراض کیا تھا۔ آزادی کے لئے تو ہمارے اکابر نے بہت ہی قربیاں دی ہیں۔ سب سے زیادہ جیل کی صعوبتیں تو احرار نے ہی جھیلیں۔ ہمارے اکابر نے خصوصاً حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے کہا تھا کہ جو ٹکڑا بھی لینا ہے ایک ہی ٹکڑا لے لو یہ مشرقی اور مغربی پاکستان دو حصوں میں نہ لو، کل کو اکٹھے نہ رہ سکو گے اس وقت اکابر احرار کی بات نہ مانی گئی اب دیکھ لیا کتنے سال اکٹھے رہ کر گزار لیا۔ آپ نے کہا کہ یہ سقوط ڈھاکہ بھی ایک قادیانی سازش ہے وگرنہ یہ تاریخ میں کہیں نہیں ملتا کہ نوے ہزار مسلمان فوج نے ہتھیار ڈال دیئے ہوں۔ مسلمان تو آخر دم تک لڑتا ہے آپ نے کہا کہ ہم احراریوں کی زندگیاں تو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہیں ہمارا کام ہے کوشش کرنا وہ ہم نے جاری رکھی ہوئی ہے الحمد للہ ہم نے کفرستان ربوہ موجودہ چناب نگر میں کفر کا بت توڑ کر 1976ء میں مسجد احرار کا سنگِ بنیاد رکھا جس کے لئے ہمیں تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ سات ضلعوں کی پولیس منگوائی گئی لیکن احرار رضا کار کئی میل پیدل چل کر وہاں پہنچنے میں کامیاب ہوئے ضلع رحیم یار خان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں پر پہنچنے والا پہلا قافلہ رحیم یار خان کا تھا۔ گرفتاریاں ہوئیں لیکن الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی دی اور وہاں پر مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور جمعہ کی نماز ادا کی گئی اور اب وہاں پر ہمارا مرکز بن گیا ہے اور بچے تعلیم حاصل کر رہے

ہیں۔ آپ نے عوام کو عقیدہ ختم نبوت اور محاسبۂ قادیانیت کے لئے مجلس احرار اسلام سے تعاون کی اپیل کی یہاں پر داعی قاری محمد امجد مجاہد تھے۔

یہاں سے فارغ ہو کر آپ حضرت کو خان پور کے نزدیک چک 12 میں لے جایا گیا۔ قیام شب وہاں ہوا 11 جون صبح چوہدری محمد حسن و محمد حسین کے مکان پر کارکنان احرار سے آپ نے ملاقات کی آپ نے کارکنان احرار کو ہدایات دیں اور جماعت کی ترقی کے لئے کمربستہ رہنے کی تلقین کی پھر وہاں سے آپکو چک 14/P لے جایا گیا وہاں پر آپ نے مدرسہ ختم نبوت تعلیم القرآن میں تعلیم کا جائزہ لیا اور مدرسہ کی ترقی کے لئے دعاء فرمائی وہاں سے آپ خان پور تشریف لے گئے۔ مرزا عبدالقیوم بیگ ضلعی ناظم مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے گھر پر آپ نے مقامی احرار کارکنوں سے مختصر خطاب کیا خان پور سے آپ صادق آباد تشریف لے گئے جہاں آپ نے مدرسہ عربیہ عیدگاہ کے مہتمم مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کی ان کے صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ سے تعزیت کی۔ مولانا کا انتقال حال ہی میں ہوا ہے۔ وہاں سے آپ ملک فضل الرحمٰن اعوان کے گھر گئے ان کے ساتھ ان کے والد صاحب کی تعزیت کی ان کے والد صاحب بھی حال ہی میں انتقال کر گئے ہیں۔

وہاں سے آپ مدرسہ معمورہ الیاس کالونی صادق آباد تشریف لے گئے یہاں پر آپ نے احرار کارکنوں کے ساتھ مختصر ملاقات کی اور احرار کارکنوں کو مدرسہ و جماعت کی ترقی کے لئے توجہ دلائی وہاں سے آپ بستی مولویاں تشریف لے گئے۔

۱۲ جون صبح مجلس احرار اسلام بستی مولویاں کے کارکنوں سے خطاب کیا اور جماعتی امور پر گفتگو کی اور حافظ محمد اسماعیل قمر صاحب کے ساتھ ان کے چچا مولوی عبدالغفور کی تعزیت بھی کی۔ دس بجے آپ بستی میرک تشریف لے گئے اور وہاں پر آپ نے مدرسہ احرار اسلام کی بنیاد رکھی اور خصوصی دعاء کی۔ مسجد اور مدرسہ کے لئے یہ رقبہ جناب صوفی محمد اسحٰق صاحب نے دیا ہے اور یہ مدرسہ وفاق المدارس الاحرار کے ساتھ ملحق ہوگا۔ بعد ازاں آپ گلشنِ معاویہ حافظ عطاء الرحمٰن وغیرہ فرزندان مولانا عبدالحق صاحب چوہان رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تشریف لے گئے کچھ دیر وہاں پر بیٹھ کر دعاء فرما کر واپس بستی مولویاں تشریف لائے اور حاجی عبدالعزیز ناظم مجلس احرار اسلام بستی مولویاں کے گھر تشریف لائے یہاں پر بھی آپ نے خصوصی دعا فرمائی۔ پھر صوفی محمد اسحٰق گھر تشریف لے آئے پانچ بجے شام یہاں سے ٹب چوہان تشریف لے گئے اور جام محمد یعقوب چوہان کے ڈیرے پر احرار کارکنوں سے مختصر خطاب کیا۔ اور اکابر احرار کی محنت اور کارنامے بیان کیئے مجلس احرار اسلام کے اغراض و مقاصد بیان کئے آپ نے احرار کارکنوں کو فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے ہمہ وقت کمربستہ ہو جائیں آپ نے فرمایا کہ فلاح صرف اور صرف اسلامی نظام میں ہے اور اسلام کبھی بھی ووٹ سے نہیں آیا اسلام کیلئے قربانی دینی ہوگی ہم شروع سے لیکر آج تک اس بات پر قائم ہیں کہ اسلام میں ووٹ نہیں اور اسلام ووٹ سے نہ آئیگا اس کیلئے قربانی دینا ہوگی اس قربانی کیلئے احرار کارکنوں کو ہر وقت تیار رہنا چاہئیے۔ بعد نماز مغرب آپ ٹب چوہان سے واپس ملتان تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ صوفی محمد اسحٰق، ابومعاویہ محمد فقیر اللہ رحمانی حافظ ابومغیرہ عبدالرحیم نیاز تھے۔

☆

پروفیسر خالد شبیر احمد

ضیغم احرار شیخ حسام الدینؒ

(۲۱ جون ۲۰۰۱ء کو دفتر مجلس احرار اسلام لاہور میں منعقدہ سیمینار میں پڑھی گئی)

حق گو تھا، حق پسند تھا حق کا نقیب تھا
وہ آسمانِ شوق، عجیب و غریب تھا

احرار پر وہ ضیغمِ احرار تھا فدا
ہر زاویے سے منفرد، مردِ حبیب تھا

قلب و جگر میں اُس کے تھی آتش جنون کی
حرفوں میں آگ بھرتا تھا ایسا خطیب تھا

دل پتھروں کے اُس کی نوا سے ہوئے ہیں شق
وہ داستانِ دُرد کا ہاں عندلیب تھا

ٹھوکر پہ اُس کے پاؤں کی تھی سطوتِ فرنگ
غیرت کا تھا بگولا وہ حق کا مجیب تھا

علاجِ تشنگی تھی اُس کی اک نظر کی بات
پتھر دلوں کو موم کرے وہ طبیب تھا

حرفوں کو چہرہ دیتا تھا وہ لوحِ شوق پر
خونِ جگر سے، لکھتا تھا کیسا ادیب تھا

ہر گوشِ سنگ و خشت سے ٹکرا کے چل دیا
نغمہ چاہتوں کا پر صحرا نصیب تھا

اُس کی محبتوں کے ہیں نغمے فضاؤں میں
وہ رہنوردِ شوق بھی کیا خوش نصیب تھا

میں یاد اُس کو کیا کروں جو بھولتا نہیں
دل کے قریں ہے اب بھی جو دل کے قریب تھا

خالدؔ ہے یہ آشفتہ سری جس کے فیض سے
میں اُس کا ہوں نقیب وہ حق کا نقیب تھا

سید یونس بخاری

بیادِ ضیغمِ احرارؒ

(۲۱ جون ۲۰۰۱ء کو دفتر مجلس احرار اسلام لاہور میں منعقدہ سیمینار میں پڑھی گئی)

بیتے دنوں کی یاد منانے کی بات کر
اُلفت کے جلترنگ بجانے کی بات کر
غیرت بھرے حسین ترانے کی بات کر
سوچوں کو لالہ رنگ بنانے کی بات کر

قلب و نظر میں جوت جگانے کیبات کر
یہ ریت اور پریت نبھانے کی بات کر
گُم گشتہ عظمتوں کو بلانے کی بات کر
خود کو بھی اُن کے سنگ چلانے کی بات کر

جس راہ پر تھے ضیغمِ احرار گامزن
اُس راستے پہ جان لُٹانے کی بات کر
محسوس ہو رہی ہیں عزیمت کی نکہتیں
تو ان کو لازوال بنانے کی بات کر

احرار تیز گام تھے جن کے وجود سے
کچھ اُن کا ذکر و فکر سنانے کی بات کر
ہے رفتگاں کے جذب و جنوں کی قسم تجھے
نقشِ فرنگ کھرچ ، مٹانے کی بات کر

اِن دشمنوں مار گرانے کی بات کر
ان سب راستے سے ہٹانے کی بات کر
دلدادگانِ مجلسِ احرار کو سلام
وابستگانِ تیغِ طرحدار کو سلام

لیلائے حرّیت کے فداکار زندہ باد
مردانِ خوش خرام و جگر دار کو سلام
میں پیش کیا خراجِ عقیدت کروں اُسے
مردِ جری کو تیغ تیز دھار کو سلام

مسافرانِ آخرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

☆ **حضرت میاں ظہیر الحق دین پوری سندھی رحمۃ اللہ علیہ:** مرحوم نجیب الطرفین تھے حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند، حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی اور امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے۔ فکرِ شاہ ولی اللہ کے امین و فاضل دیوبند تھے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ ۵ جون ۲۰۰۱ء کو انتقال کر گئے۔

☆ **حضرت صوفی محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ:** پاکستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ شریف لے گئے مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (محلہ حمزہ) کی قائم کردہ رباط مکی میں چوتھائی صدی سے زائد عرصہ اس امید و آرزو میں گزار دیا کہ مدینہ منورہ میں موت آجائے اور جنت البقیع میں ٹھکانہ مل جائے۔ مجرد زندگی گزاری۔ چوبیس گھنٹے ان کا لنگر چلتا اور غرباء و مساکین کے ساتھ ساتھ سب کی خدمت و ضیافت میں مگن رہتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے والا ایک عاشق صادق جس کی دعا پوری ہوئی اور ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ ۶ جون ۲۰۰۱ء کو انتقال کر گئے۔ جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے۔

☆ **مولانا منظور احمد حجازی رحمۃ اللہ علیہ:** عقیدہ ختم نبوت اور عظمت صحابہ کے مبلغ تھے تمام عمر اسلام کی تبلیغ میں گزار دی فقیر منش آدمی تھے گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔

☆ **محترم ظہور الٰہی مرحوم:** مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے صدر محترم سالار عبدالعزیز صاحب کے بھائی محترم ظہور الٰہی گزشتہ ماہ انتقال کر گئے

☆ **اللہ نواز خان خاکوانی مرحوم:** مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیمی کارکن تھے۔ حضرت قائد احرار سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس سے قرآن کے سامع تھے۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ جمعہ کے مستقل سامع اور مجلس احباب کے حاضر باش رکن تھے۔ جون کے آخری عشرہ میں ملتان میں انتقال کر گئے۔ ابن ابوذر حافظ سید محمد معاویہ بخاری دامت برکاتہم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

☆ مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے مخلص کارکن حافظ عبدالرحیم نیاز چوہان کی خوشدامن صاحبہ مرحومہ

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے مخلص کارکن محترم زبیر احمد کی ہمشیر مرحومہ

☆ مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان کے مستقل نمازی اور ہمارے کرم فرما محترم غلام قادر خان مرحوم

☆ مجلس احرار اسلام بستی مولویاں کے قدیم کارکن صوفی محمد اسحٰق و حافظ محمد اسماعیل قمر کے چچا مولوی عبدالغفور پچھلے ماہ میں انتقال کر گئے

☆ **محترم عبدالرحمٰن جامی کو صدمہ:** مجلس احرار اسلام جلالپور پیروالہ کے مخلص کارکن محترم عبدالرحمٰن جامی کے دادا مولانا غلام یحیٰی نقشبندی اور ان کے سسر حافظ محمد صدیق نقش بندی گزشتہ مہینوں میں انتقال کر گئے۔

☆ ادارہ نقیب ختم نبوت کے تمام اراکین مرحومین کیلئے دعائے مغفرت اور پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی و تسلی کرتے ہیں۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور حسنات قبول فرما کر مغفرت فرمائیں پسماندگان کو صبر عطا فرمائے آمین (ادارہ)

☆

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

اپیل: وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم اڑتیس مدارس، قرآن وحدیث کی تعلیم وتبلیغ میں مصروف ہیں۔ اخراجات کا تخمینہ تقریباً تمیں لاکھ روپے سالانہ۔ جس میں طلباء کی رہائش، وظائف اور دیگر ضروریات، طعام، علاج شامل ہیں۔ تعمیرات اور توسیع کے اخراجات علاوہ ہیں۔ اکثر مدارس کا خرچ وفاق کے ذمہ ہے جبکہ بعض مدارس اپنا خرچ خود پورا کرتے ہیں۔ اہل خیر سے درخواست ہے کہ اپنے عطیات اور زکوٰۃ صدقات عنایت فرما کر اللہ سے اجر پائیں۔

☆ مدرسہ معمورہ جامع مسجد ختم نبوت، دارِ بنی ہاشم، ملتان فون 061-511356

☆ مدرسہ معمورہ، مسجد نور تغلق روڈ ملتان ☆ جامعہ بستان عائشہؓ (برائے طالبات) دارِ بنی ہاشم، ملتان فون 061-511356

☆ جامعہ معاذؓ بدھلہ روڈ، ملتان (زیرتعمیر) ☆ مدرسہ طوبیٰ، 17 کسی۔ وہاڑی روڈ ملتان

☆ مدرسہ تعلیم القرآن مکی مسجد چوک حرم گیٹ ملتان ☆ مسجد مولوی محمد رمضان والی محلہ کوٹلہ تولے خان

☆ مدرسہ معمورہ۔ C-69 حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن۔ لاہور فون: 042-5865465

☆ مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار۔ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ فون 04524-211523

☆ بخاری پبلک سکول۔ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ ☆ احرار مرکز، مدنی مسجد، بخاری ٹاؤن۔ سرگودھا روڈ چنیوٹ، ضلع جھنگ (زیرتعمیر)

☆ مدرسہ ختم نبوت لال مسجد بستی کھچیاں چناب نگر ☆ مدرسہ فاروق اعظم، موضع اصحابہ چک کالی مال ضلع جھنگ

☆ مدرسہ محمودیہ، مسجد المعمور ناگریاں، ضلع گجرات ☆ دار العلوم ختم نبوت، جامع مسجد چیچاوطنی فون 0445-611657

☆ دار العلوم ختم نبوت (احرار ختم نبوت سنٹر) مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی، فون 0445-610955

☆ مدرسہ و مسجد معاویہؓ جھنگ روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ ☆ مسجد صدیقیہ، کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆ مدرسہ ابوبکر صدیقؓ جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ، تلہ گنگ، ضلع چکوال فون 05776-412201

☆ مدرسہ احرار اسلام مسجد سیدنا علی المرتضیٰؓ چکڑالہ ضلع میانوالی (زیرتعمیر) ☆ —— مدرسہ ختم نبوت نواں چوک گڑھا موڑ ضلع وہاڑی

☆ مدرسہ ختم نبوت، چشتیاں، (ضلع بہاولنگر (زیرتعمیر) ☆ مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد شبلی غربی حاصل پور (ضلع بہاولنگر)

☆ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، جامع مسجد گڑھا موڑ۔ ضلع وہاڑی فون 0693-690013 ☆ مدرسۃ البنات (برائے طالبات) گڑھا موڑ۔

☆ مدرسہ معمورہ، مسجد صدیقیہ، میراں پور تحصیل میلسی ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ ختم نبوت تعلیم القرآن چک P-14 خان پور

☆ مدرسہ ختم نبوت، چک نمبر 88/WB گڑھا موڑ۔ ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ ختم نبوت چک 76 بھگوان پورہ ضلع وہاڑی

☆ مدرسہ ختم نبوت گرین ٹاؤن نزد چونگی 8 لاہور روڈ بورے والا ضلع وہاڑی (زیرتعمیر) ☆ مدرسہ احرار اسلام، بستی بھٹہ موضع نوریہ تحصیل میلسی ضلع وہاڑی

☆ مدرسہ معمورہ تعلیم القرآن۔ چک نمبر 158 الف 10.R جہانیاں ضلع خانیوال (زیرتعمیر) ☆ مدرسہ احرار اسلام مصطفیٰ آباد، کرم پور۔ ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ معمورہ، الیاس کالونی، صادق آباد۔ ضلع رحیم یار خان ☆ مدرسہ احرار اسلام بستی میرک ضلع رحیم یار خان (زیرتعمیر) ☆ مدرسہ عربیہ محمودیہ القرآن، جاوہ کیکر والا موضع محبت پور ☆ مدرسہ دار السلام، جاوہ چڑھوئے والا ہکلر والی ضلع مظفر گڑھ ☆ مدرسہ معمورہ، معاویہ بستی مہرپور۔ ضلع مظفر گڑھ

ترسیل زر کیلئے

بذریعہ منی آرڈر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

☆ مدیر وفاق المدارس الاحرار ☆ امیر مجلس احرار اسلام پاکستان۔ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بینک: ڈرافٹ/ چیک بنام مدرسہ معمورہ ملتان، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

ماہنامہ القاسم کی ایک اور تاریخی اور علمی پیش کش

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نمبر

ایک تحریک' ایک تاریخ اور ایک تاریخی دستاویز

(بڑی سائز کے تقریباً ایک ہزار صفحات)

☆ داعیٔ کبیر کی پر عزم زندگی ☆ مطالعہ و تحقیق کا نچوڑ ☆ لازوال جدو جہد کا ثمرہ ☆ رشحات قلم کا نتیجہ ☆ عظیم کتابوں کا خلاصہ ☆ اردو زبان وادب کا مطالعہ ☆ عربی زبان و ادب کی چاشنی ☆ تعلیمی اور تدریسی تجربات ☆ پسندیدہ کتب ☆ تصنیفی اور تحقیقی کام ☆ دعوتی لٹریچر ☆ تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیاں ☆ سیاسی اہداف ومقاصد اور کارنامے ☆ بعض اہم تحریری یاداشتیں ☆ تہذیب مغرب کا تعاقب ☆ فرقہ باطلہ پر بھرپور تنقید اور سنجیدہ مباحث ☆ لاجواب نگارشات ☆ گرانقدر مضامین ☆ لازوال تحریروں سے انتخاب ☆ تاریخ برصغیر کا ایک روشن باب ☆ دعوت وعزیمت کی داستان ☆ رواں دواں کاروان حیات۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

قیمت صرف 500 روپے۔ عنقریب منظر عام پر آرہا ہے۔ شائقین ابھی سے اپنا آرڈر بک کرالیں۔ "القاسم" کے قارئین کے لئے خصوصی رعایت صرف 200 روپے ہے یا اسی مالیت کے ڈاک ٹکٹ بھیج دیں۔ خصوصی اشاعت رجسٹرڈ پارسل سے بھیج دی جائے گی۔ القاسم کے نئے بننے والے خریدار سالانہ چندہ کی اضافی رقم 150 روپے بھیجیں گے تو انہیں بھی یہی رعایت حاصل ہوگی۔

ماہنامہ القاسم ' جامعہ ابی ہریرہ' برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ 'سرحد' پاکستان

فون :- 630237 - 630611 (0923) فیکس :- 630094

حق نمبری

محقق دوراں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کی بے مثال علمی و تحقیقی تالیف مع اضافات جدید

احکام و مسائل

خطبات جمعہ، نکاح و عیدین

علماء طلباء اور عامۃ الناس کے لئے دینی معلومات کا ایک نادر و نایاب علمی تحفہ

ایک ایسی کتاب جس کا تمام علمی حلقوں میں برسوں سے انتظار کیا جا رہا تھا پہلی بار جدید کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ سفید کاغذ، عمدہ طباعت اور جاذب نظر سرورق کے ساتھ پیش خدمت ہے

صفحات ____ 525 قیمت ____ 250 روپے

عنوانات

☆ فضائل و احکام جمعہ ☆ فضائل و احکام رمضان

☆ احکام عید الفطر ☆ احکام عید الاضحیٰ

☆ اسلام کا قانون نکاح ☆ فضائل و احکام عقیقہ

☆ فضائل و احکام صلوٰۃ الاستسقاء ☆ فضائل و احکام دعاءِ قنوت نازلہ

نوٹ

قارئین نقیب ختم نبوت مبلغ -/200 روپے پیشگی منی آرڈر روانہ کر کے رجسٹرڈ ڈاک سے کتاب حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ:

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961

علمی، تاریخی، سوانحی، خطبات اور اہم دینی موضوعات پر مشتمل نادر تحریریں

نام کتاب	نام: مصنف ، مؤلف ، مرتب	قیمت
احکام ومسائل (جمعہ، عیدین، نکاح عقیقہ)	مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ	250/-
امیر شریعتؒ نمبر (ماہنامہ نقیب ختم نبوت)	سید محمد کفیل بخاری	300/-
جانشین امیر شریعتؒ نمبر (ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت)	" " "	60/-
آزادی کی انقلابی تحریک	محمد عمر فاروق	150/-
حیات امیر شریعتؒ (نیا ایڈیشن)	جانباز مرزا مرحوم	150/-
پاکستان میں کیا ہوگا؟	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مختلف خطبات سے اقتباس	10/-
مولانا محمد علی جالندھریؒ	مولانا سعید الرحمٰن علوی سے	100/-
قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ (سوانح وافکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	150/-
شورش کامل (شورش کاشمیریؒ) (جلد۲)	پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی	150/-
کاروانِ احرار۔تحریک آزادی برصغیر	جانباز مرزا مرحوم	850/-
مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک	" " "	100/-
تحریک مسجد شہید گنج	" " "	100/-
خطبات فاروقی شہیدؒ (جلد۲)	علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے خطبات	400/-
آتش ایران	ایرانی سازشوں کی کہانی، اخباروں کی زبانی	80/-
شہر سدوم	شفیق مرزا	100/-
خلفاء راشدینؓ (چھ خلفاؓ کا تذکرہ)	مولانا سعید الرحمٰن علویؒ	250/-
توحید وشرک کی حقیقت	امام اہلسنت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ	150/-
حیات النبیؐ، سید الکائنات	" " "	45/-
شہداء بالاکوٹؒ	خطاب علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ	15/-
برات عثمانؓ	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	15/-
تجدید سبائیت	مولانا محمد اسحٰق سندیلویؒ	20/-
محدث اعظم، امام ابوحنیفہؒ	مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ	15/-

بخاری اکیڈمی۔دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان {فون.061.511961}

جنت میں گھر بنائیے !

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام

مرکزی مسجد عثمانیہ

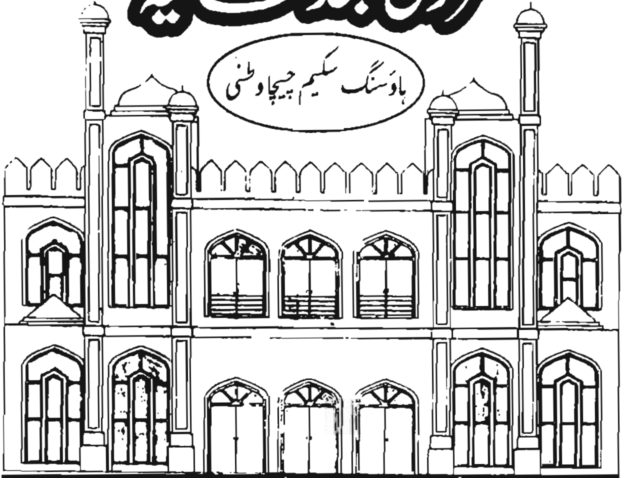

آرکیٹیکٹ: محمد عمران محبوب فیصل آباد 754274

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی کی تعمیر جاری ہے نقد یا سامان کی صورت میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں

رابطہ و معلومات اور ترسیل زر کے لیے

دفتر دار العلوم ختم نبوت بلاک نمبر 12 چیچا وطنی فون نمبر: 611657 - 0445

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2324.9 نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچاوطنی،

اکاؤنٹ بنام: مرکزی جامع مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی

منجانب

انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) فون نمبر 0445-610955

60-E (ای بلاک) لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی۔ ضلع ساہیوال پاکستان

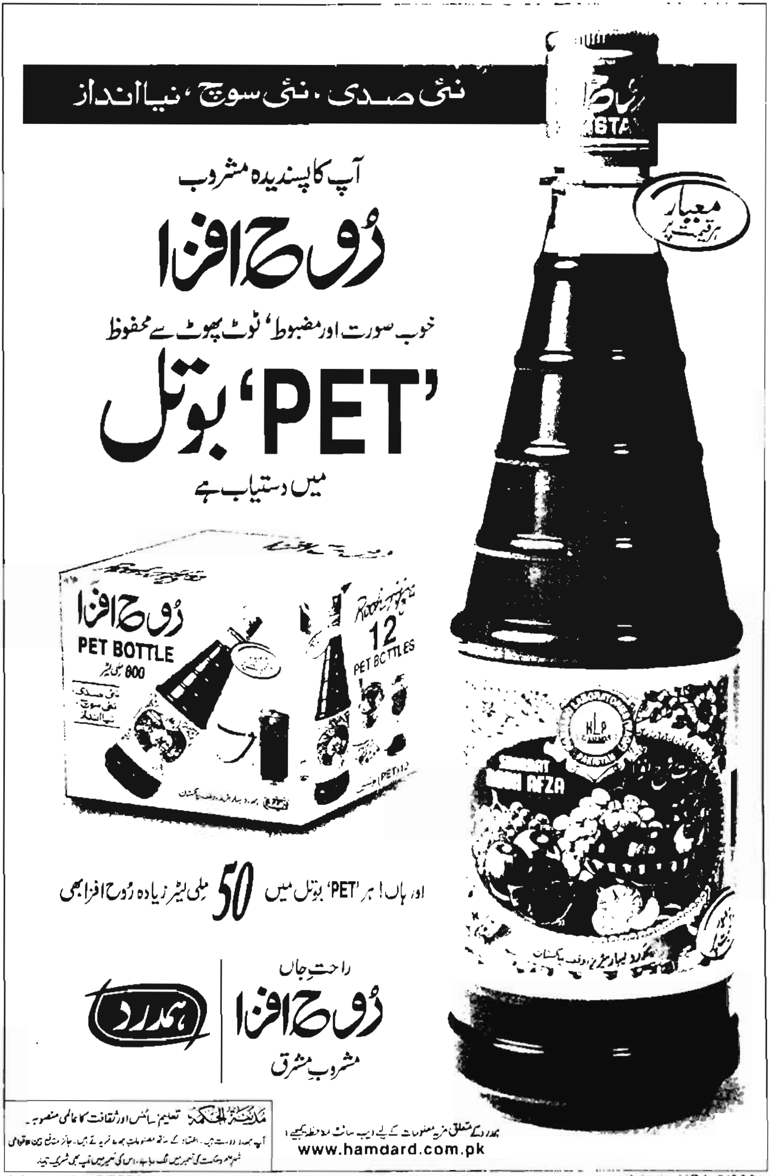

Adarts-HRA-5/2001
Adarts-HRA-5/2001

یومِ تحفظِ ختمِ نبوت کے مبارک موقع پر

سالانہ تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس لاہور

7 ستمبر 2001، بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب

دفتر مجلس احرارِ اسلام حسین سٹریٹ، وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

زیر صدارت

امیر احرار، ابنِ امیر شریعت

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

تین روزہ تحفظِ ختمِ نبوت کورس

4، 5، 6 ستمبر 2001ء

منگل، بدھ، جمعرات

روزانہ بعد نمازِ عصر تا عشاء

دفتر مجلس احرار اسلام

69 سی حسین سٹریٹ، وحدت

روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

فون: 042-5865465

خطاب

☆ امیر المجاہدین حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ ☆ زعیم احرار محترم چودھری ثناء اللہ بھٹہ صاحب ☆ مولانا زاہد الراشدی صاحب ☆ یادگارِ اسلاف حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی صاحب مدظلہ ☆ محترم پروفیسر خالد شبیر احمد صاحب ☆ محترم عبداللطیف خالد چیمہ صاحب ☆ مولانا محمد اشرف صاحب محترم محمد طاہر عبدالرزاق صاحب ودیگر مقررین

نوٹ: تفصیلی اشتہار آئندہ ماہ شائع ہوگا

چند اہم عنوانات

☆ عقیدۂ ختم نبوت: قرآن و حدیث کی روشنی میں ☆ حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ☆ قادیانی شبہات اور اعتراضات کے جوابات ☆ قادیانیت اور عیسائیت احرار اور محاسبۂ قادیانیت

حضرت مولانا زاہد الراشدی، مولانا محمد مغیرہ، مولانا محمد اشرف، جناب طاہر عبدالرزاق، جناب عبداللطیف خالد چیمہ، جناب سید محمد کفیل بخاری اور دیگر حضرات کے لیکچرز ہوں گے

صرف مقامی حضرات شریک ہوسکیں گے

خواہش مند حضرات اپنی درخواستیں

درج ذیل پتہ پر 15 اگست 2001ء تک پہنچادیں

69/c حسین سٹریٹ وحدت روڈ لاہور فون: 042-5865465

منجانب: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

Al-Kitab Graphics Multan Ph: 061-584604